REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم   وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

POSTAL REGISTRATION NO. P/GDP-23.

ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ

جلد ۳۹   شمارہ ۴۹

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبدالحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ: سالانہ ۶۰ روپے، ششماہی ۳۰ روپے، ممالک غیر بذریعہ بحری ڈاک ۲۵۰ روپے، فی پرچہ ایک روپیہ ۲۵ پیسے

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516

۲۵ جمادی الاوّل ۱۴۱۱ ہجری   ۱۳ فتح ۱۳۶۹ ہش   ۱۳ دسمبر ۱۹۹۰ء

بفضل اللہ تعالیٰ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ الحمد للہ۔
احباب کرام حضور انور کی صحت و سلامتی، درازی عمر، خصوصی حفاظت اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ فائز المرامی کے لئے تواتر کے ساتھ دعائیں جاری رکھیں۔

خطبہ جمعۃ المبارک

جلسہ سالانہ کے نظام کے متعلق ایک اور اہم بات جس کی طرف میں سال بسال اپنے نظام کو جہاں جہاں میں کام کرتا رہا ہوں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے جب میں نظام جلسہ سے وابستہ ہوا ہوں اس پہلو کی طرف جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں۔ اور وہ ہے نماز کا قیام ... ہم خدا کی خاطر دل جیتنے کیلئے پیدا کئے گئے ہیں!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۰ وفا ۱۳۶۹ ہش مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء بمقام اسلام آباد (یو۔کے)

مکرم منیر احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر P.S. کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر ہدیۂ قارئین کر رہا ہے ۔۔۔ (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جلسہ سالانہ یو۔کے کے دن اب تھوڑے باقی رہ گئے ہیں یعنی جلسہ سالانہ اتنا قریب آچکا ہے کہ اب صرف ایک ہفتہ باقی ہے۔ جہاں تک انتظامات کا تعلق ہے مکرم چوہدری ہدایت اللہ صاحب بنگوی جو مستقل افسر جلسہ سالانہ ہیں وہ خدا کے فضل سے سارا سال ہی تمام امکانی تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے تیاری کرتے رہتے ہیں اور جیسا کہ قادیان اور ربوہ میں دستور تھا ویسا ہی یہاں بھی نظام قائم ہو چکا ہے اور اسی طرح جرمنی کی جماعت میں بھی خدا کے فضل سے اسی طرح کا ایک بہت پختہ نظام قائم ہو چکا ہے اور جلسہ سالانہ اب ایک جگہ نہیں بلکہ قادیان کی روایات کے مطابق اس وقت تقریباً ۲۰-۲۵ مختلف ممالک میں منعقد کیا جاتا ہے۔ تو جہاں تک جلسہ سالانہ یو۔کے کا تعلق ہے اس کی طرف واپس آتے ہوئے میں آپ کو بتانا چاہتا تھا کہ تمام انتظامات جن کا لمبی تیاری سے تعلق ہے وہ تو خدا کے فضل سے مکمل ہو چکے ہیں اور قریب کی تیاری کے بھی اکثر انتظامات نہ صرف مکمل ہو چکے ہیں بلکہ بہت سے کارکن یہاں پہنچ کر اپنے اپنے شعبے کو سنبھال بھی چکے ہیں۔ مثلاً ہمارا مواصلات کا شعبہ ہے یا لاؤڈ سپیکر، ریڈیو وغیرہ کا شعبہ ہے، اس کے والنٹیئر، رضا کار جو باہر سے، پاکستان سے تشریف لاتے ہیں، وہ پہنچ گئے ہیں جو مقامی ہیں وہ بھی تیاری کر چکے ہیں۔ اور جو میں نے آج صبح اسلام آباد یو۔کے کی رپورٹ منگوائی تو پتہ چلا کہ اکثر خیمے بھی نصب ہو چکے ہیں۔

انتظامات کا ایک حصہ وہ ہے جس کے لئے کارکن آخری وقت پہ مہیا ہوتے ہیں اور عموماً معاونین اور بعض دفعہ ان سے اوپر کے افسران بھی چونکہ لمبا عرصہ رخصت نہیں لے سکتے اس لئے بہت قریب وقت پہنچتے ہیں۔

قادیان اور ربوہ میں

تو یہ دستور ہوا کرتا تھا کہ ان کی جو ذیلی تنظیمیں ہیں وہ لمبا عرصہ پہلے چھپ جایا کرتی تھی اور ایک رجسٹر کر کے ان کی حاضری کا پہلے جائزہ لیا جاتا تھا مگر وہاں چونکہ سکول بھی اور کالج بھی اور دفتر بھی سب جماعت کے اپنے نظام کے تابع ہوا کرتے تھے اس لئے کوئی دقت نہیں تھی۔ انگلستان جیسی جماعت میں اور اسی طرح دوسری مغربی ممالک کی جماعتوں میں رخصتیں حاصل کرنے کی دقت اور سکول کے اوقات کا فرق، یہ ساری چیزیں کارکنوں کے لئے دقتیں پیدا کرتی ہیں اور اسی وجہ سے کسی حد تک نظام کے لئے بھی دقت پیدا ہو جاتی ہے۔

چنانچہ آج صبح ایک شعبہ کے انچارج نے مجھ سے ذکر کیا کہ جہاں تک ہمارے انتظامات کا تعلق ہے ہم پوری طرح تیار بیٹھے ہیں، اب صرف معاونین کا انتظار ہے۔ اس سلسلے میں پہلی نصیحت تو یہ ہے کہ افسر صاحب جلسہ یہاں کے مقامی جتنے بھی معاونین ہیں ان کو ابھی سے جماعتوں کے ذریعے مطلع کر دیں کہ کب ان کے آنے کی توقع کی جاتی ہے اور کہاں آ کر کس کو رپورٹ کریں تاکہ معاونین کی رپورٹ کا بھی ایک الگ انتظام ساتھ ساتھ جاری ہو جو پہلے یہاں جاری نہیں ہو سکا۔ ربوہ اور قادیان میں تو خدا کے فضل سے بڑے لمبے عرصے سے جاری ہے اور حاضری معاونین کی بھی الگ رپورٹ پہنچا کرتی تھی۔ ... جلسہ کے کام کیا کرتے تھے تو اُس وقت ہمیشہ افسر جلسہ کے نظام کی طرف سے باقاعدگی سے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجا کرتے تھے کہ کتنے معاونین حاضر ہیں۔ کتنی کمی ہے۔ اور یہ شعبہ اپنے معاونین پر نظر رکھتے ہوئے پھر ہنگامی معاونین مہیا کرنے کا بھی ذمہ دار ہوتا ہے۔ یہ بات سب کو پیش نظر رکھنی چاہیئے کہ اگر کوئی کارکنوں کے سلسلے میں دقت محسوس کرتا ہے تو اس کو فوری طور پر

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔ اے۔ پرنٹر و پبلشر نے ... پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: نگران بورڈ بدر قادیان۔

اس شعبہ سے رابطہ کرنا چاہیئے اور اس شعبہ کا کام ہے کہ دوسرے معاونین مہیا کرے۔ چنانچہ بارہا ایسے واقعات پیش آچکے ہیں، قادیان میں بھی اور ربوہ میں بھی جبکہ کسی خاص شعبے کو غیر معمولی طور پر کارکنان کی ضرورت پیش آئی۔ جب میں افسر جلسہ سالانہ ہی کام کیا کرتا تھا تو ہمارے لنگر خانے میں بعض دفعہ BREAK DOWN ہو جاتے تھے۔ اچانک بارش آگئی اور خیمے اڑ گئے جس کی وجہ سے غیر معمولی طور پر بہت زیادہ کارکنوں کی ضرورت پیش آگئی۔ بعض دفعہ راتیں الٹ کر کے وہ نانبائیوں کے اوپر سائبان بناتے تھے۔ کچھ زائد پیڑے بنانے والے درکار ہوتے تھے۔ کچھ زائد روٹیاں بنانے والے۔ چونکہ ناتجربہ کار کارکن زیادہ وقت لیتا ہے اس لئے نانبائیوں میں یا روٹی پکانے والوں میں جتنی کمی آتی تھی، اس سے کئی گنا زیادہ کارکنان کی ضرورت پڑ جاتی تھی تو

ایسے موقعہ پر ہمارا تجربہ ہے

کہ ہمارا انصار سے جب بھی درخواست کی گئی وہ بڑے شوق کے ساتھ اور بڑے ذوق کے ساتھ پیش ہوئے ہیں۔ اور بعض دفعہ مقامی کارکنان سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اس لحاظ سے یہ بیان کہ معاونین کی کمی ہو جائے گی یہ تو ایک وہم ہے جس کا حقیقت سے کوئی بھی تعلق نہیں۔ کمی ہو سکتی ہے صرف ان معنوں میں کہ انتظام پیدا نہ ہو اور کسی کو پتہ نہ ہو کہ کس کا کام ہے۔ اس لئے میں یہ بات وضاحت سے پیش کر رہا ہوں اور چونکہ اب جلسے کا یہ نظام دنیا کے ۲۰ سے زائد ممالک میں خدا کے فضل سے جاری ہو چکا ہے اور رفتہ رفتہ پھیلتا چلا جا رہا ہے اور امید ہے کہ چند سال کے اندر اندر

انشاء اللہ تعالیٰ ایک قادیان کا جلسہ اپنے ہم شکل اتنے جلسے پیدا کر دیگا

کہ سو ممالک سے زائد میں ویسے ہی جلسے ہوا کریں گے اور ہر ملک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لنگر جاری ہوگا۔ پس چونکہ جماعت کو یہ نام بہت پیارا ہے اور مسیح موعود کے لنگر کے ساتھ ہی دل نرم ہو جاتے ہیں اور طبیعت میں بے شمار محبت جوش مارتی ہے اس لئے اس جلسے کو کارکنان کی کمی نہیں ہو سکتی۔ جہاں بھی ہوگا خدا کے فضل سے اس لحاظ سے برکت ہوگی۔ لیکن انتظام کی خرابی کی وجہ سے یا کسی لاعلمی کی وجہ سے کہ یہ کام میرا ہے بھی کہ نہیں، ایسی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ مجھے پچھلا جلسہ گزرنے کے بعد ایک منتظم نے بتایا کہ ہمارا کام اگر کمزور ہوا ہے، ہم وقت کے مطابق ضرورت پوری نہیں کر سکے تو اس میں ہمارا قصور نہیں، کارکن نہیں تھے۔ لیکن ان کا ایک قصور ضرور تھا کہ اگر کارکن نہیں تھے تو فوری مطالبہ کیوں نہیں کیا گیا۔ اور اگر فوری مطالبہ کیا گیا تھا اور اس کی طرف توجہ نہیں ہوئی تو فوری طور پر مجھے کیوں مطلع نہیں کیا گیا۔ جلسے کے دوران شکایات کے زیادہ رابطے نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ افسر متعلقہ کو بات کہی جاتی ہے۔ اگر وہ ضرورت پوری نہ ہو تو فوری طور پر خلیفۂ وقت کو اطلاع پہنچا دی جاتی ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نمائندگی میں آخری ذمہ داری اسی کی ہوتی ہے کہ وہ مہمان نوازی کے فرائض سرانجام دے۔ اور اگر بعد میں تکلیف کی خبر پہنچے تو اس سے بہت تکلیف پہنچتی ہے۔ اس لئے جلسے کے دوران میں شکایات کے معاملے میں اس قسم کی پابندیاں نہیں ہوتیں کہ فلاں رستے سے فلاں رستے تک پہنچو، پھر اس کے بعد فلاں رستے تک پہنچو۔ مختلف حالات کے مطابق نظام بدلتے ہیں۔ اگر کوئی شخص ڈوب رہا ہے تو اس نے تو آواز دینی ہے کہ مجھے بچاؤ۔ اس کے لئے باقاعدہ کوئی چینل تو مقرر نہیں ہوا کرتا کہ وہ فلاں کو کہے، وہ فلاں کو کہے، پھر اس سے آگے فلاں کو اطلاع پہنچے۔ اس لئے ہنگامی حالات کے مطابق ہنگامی نظام جاری ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں سارے منتظمین کا فرض ہے کہ وہ اپنی ضرورت کے معاونین پورے کریں۔ اگر مہیا نہ ہوں تو بلا تاخیر افسر معاونین سے مطالبہ کریں اور اگر معقول مدت کے اندر یعنی ایسی مدت کے اندر جس میں انتظام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ نہ ہو۔ اُن کی ضرورت پوری نہ ہو تو

بلا تاخیر مجھے چٹ بھجوا دیں

کہ فلاں ضرورت پڑی تھی اور ابھی تک پوری نہیں ہوئی۔ خطرہ ہے کہ اگر دیر ہوگئی تو ہمارے نظام میں خرابی آجائے گی۔ اسی ضمن میں، چونکہ شکایات کی بات ہو رہی ہے، آنے والے مہمانوں سے بھی میری یہی درخواست ہے کہ وہ اپنی شکایات موقعہ پر کیا کریں۔ وہ بسا اوقات موقعہ پر صبر کر جاتے ہیں اور گھروں میں واپس جانے کے بعد بے صبری دکھاتے ہیں۔ یعنی جب صبر کا موقعہ نہیں اُس وقت صبر کرتے ہیں، جب صبر کا موقعہ ہے اس وقت بے صبری دکھا جاتے ہیں۔ یعنی ان معنوں میں، کہ پھر وہ اپنی شکایتیں لوگوں تک پہنچاتے اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ ایک چھوٹا سا واقعہ بعض دفعہ جماعت کے کارکنوں کی اتنی بدنامی کا موجب بن سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت میں یہ نظام جاری نہ ہو کہ بروقت مجھے اطلاع کر دیتے ہیں تو وہ خرابیاں آگے بڑھتی چلی جائیں۔ مثلاً پیچھے یہاں کسی شخص نے لفٹ (LIFT) دینے کے بہانے کرائے وصول کرنے شروع کئے۔ اب یہ مجھے علم نہیں کہ بہت زیادہ دفعہ واقعہ ہوا یا ایک دو دفعہ لیکن ایک دو دفعہ یہ واقعہ قطعی طور پر ہوا کہ ایک صاحب نے جب مہمان رخصت ہو رہے ہوتے تھے وہاں موٹر کھڑی کر دی کہ آؤ جی بیٹھو۔ تشریف لائیں اور اپنی موٹر میں بیٹھیے اور جب وہ بیچارے بیٹھ گئے تو ہر ایک سے اترتے وقت دس دس پونڈ وصول کرنے شروع کر دیئے اب وہ اس قسم کی مشکل صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ جس سے مطالبہ کیا جاتا ہے وہ پھر بیچارہ دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ایسے موقعہ پر ضروری تھا کہ فوری طور پر اس کی اطلاع مجھے بھجوائی جاتی۔ پرائیویٹ سیکرٹری ہر وقت مہیا رہتا ہے۔ اور بہت سارے رستے ایسے ہیں جن کے ذریعہ بلا تاخیر اطلاع بھجوائی جا سکتی ہے تاکہ اس کی روک تھام کی جاتی۔ نہ صرف یہ کہ مجھے اطلاع نہیں کی گئی بلکہ سارا جلسہ وہ صاحب دل میں اس بات کو پکاتے رہے اور پھر لاہور جا کے وہ پھوڑا پھوٹا اور پھر سب جگہ بدنامیاں شروع ہو گئیں کہ جی! یوکے (U.K) کی جماعت تو ایسی ہے حالانکہ یوکے کی جماعت ایسی نہیں ہے۔ بڑی مخلص جماعت ہے۔ غیر معمولی قربانی کرنے والی ہے۔ جتنے مہمان نوازی کے سامان یہاں مہیا ہیں، وہ اس سے بہت زیادہ ربوہ والوں کو یا پاکستان یا ہندوستان کے لوگوں کو مہیا ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہاں رہن سہن کا طریق اور ہے۔ سارے گھر میں ایک ٹائیلٹ ہے یا دو بھی ہوں تو پھر بھی مشکل گھر کی ضرورت پوری کرتے ہیں تو ایسی جگہوں پر جب مہمانوں کا بوجھ پڑتا ہے۔ پھر نوکر کا نظام کوئی نہیں ہے۔ گھر والوں کو غیر معمولی محنت کرنی پڑتی ہے۔ یہ سارے کام جو یوکے نے گزشتہ بہت سے سالوں سے بڑی ذمہ داری اور بڑی وفا اور بڑی محبت کے ساتھ سرانجام دیئے ہیں، یہ ایک طرف اور ایک ڈھنڈھورا پیٹنے والا ایک طرف۔ جس مجلس میں بیٹھا اُس نے کہہ دیا کہ جی! یوکے کی جماعت وہ تو مہمان کو بٹھاتے ہیں اور پیسے چارج کرتے ہیں۔ تو بڑا ظلم ہے۔ چونکہ جماعت میں ساتھ یہ نظام بھی جاری ہے کہ خطوں میں مجھ سے ساری باتیں کرتے رہتے ہیں اور خدا کے فضل سے چونکہ مجھے روزانہ کثرت سے خط پڑھنے کی توفیق ملتی ہے اس لئے دنیا کے کونے کونے میں جو باتیں ہو رہی ہیں اُن کی اطلاعیں پہنچ رہی ہوتی ہیں تو جب لاہور سے مجھے کسی نے بتایا کہ فلاں شخص نے مجھ سے یہ بات کی ہے تو فوری طور پر میں نے وہاں کے نظام کو بھی جھنجھوڑا اور یہاں بھی تحقیق کی۔ تو پتہ چلا کہ واقعہ ہوا تو تھا لیکن ایک انفرادی واقعہ ہوا ہے اس کی وجہ سے جماعت کو بدنام کرنے کا حق کوئی نہیں۔ اسی طرح بعض دفعہ روٹی کے متعلق شکایت پیدا ہو جاتی ہے اور ہمیشہ سے ہوتی ہے کیونکہ اتنے بڑے مہمانوں کے لئے ہمارے مزاج کی روٹی پکانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اور انتظامات میں BREAK DOWNS بھی ہو جاتے ہیں۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ لیکن بعض دفعہ اتفاقی حادثہ نہیں بلکہ ایک چیز مسلسل خراب بن رہی ہوتی ہے۔ مثلاً کچی اتر رہی ہے تو کچی اترتی چلی جا رہی ہے۔ یا جل رہی ہے تو جلتی چلی جا رہی ہے۔ ایسے موقعہ پر اگر بروقت اطلاع نہ دی جائے تو بہت نقصان ہوتا ہے۔ یعنی رزق کا بھی نقصان اور لوگوں کے معدوں کا بھی نقصان اور مزاج کا بھی نقصان۔ اور پھر باتوں کی وجہ سے اور روحانی لحاظ سے بھی نقصان پہنچ جاتے ہیں۔ اس لئے اس دفعہ شکایات کا ایک دفتر اس رنگ میں کھولنا چاہیئے کہ جس میں

ہر شاکی اپنی شکایت بلا تاخیر ڈال دے

اور اسی رات یا اگر افسر شکایات جو بھی مقرر ہو وہ یہ ضروری سمجھے کہ یہ اس نوعیت کی شکایت ہے کہ فوری طور پر مجھے اس کی اطلاع ملنی چاہیئے۔ مجھے فوری اطلاع دے ورنہ رات کو جو دستور ہے کہ سارا دن کی شکایتیں اکٹھی ہو کر پھر شام کو پہنچیں۔ تو یہ ایک دوسرا شعبہ بھی امسال سے یہاں جاری ہونا چاہیئے۔

ایک اور مشکل ایسی ہے جس کے پیش نظر ہم ایک نیا نظام جاری کر رہے ہیں اور جماعت کو مطلع رہنا چاہیئے یعنی میزبانوں کو بھی، مہمانوں کو بھی کہ یہ نظام ہے جس میں بعض دفعہ ایک کمزوری بھی پیدا ہو جاتی ہے اور اگر وہ خود حل کر سکتے ہوں تو خود حل کریں بجائے اس کے کہ گھبرا جائیں یا سمجھیں کہ سارا نظام ہی یہاں درہم برہم ہوا ہوا ہے۔ ہم نے روٹی کی مشین جو یہاں بنوائی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی اچھا کام کر رہی ہے۔ لیکن یہاں مشینوں کی قیمتیں زیادہ پڑتی ہیں۔ اور اگر سارے مہمانوں کی ضرورت کے لئے مشینیں بنائی جائیں تو تین مشینیں چاہئیں لیکن وہ ایک ہی مشین ہم بنا سکے ہیں۔ اور اتنا عرصہ لگا ہے اس کی نوک پلک کو درست کرنے کا تو خدا کے فضل سے بہت اچھے معیار کی روٹی پیدا کر رہی ہے۔ یعنی شروع میں کچھ کمزوریاں تھیں رفتہ رفتہ ٹھیک ہوتی چلی گئیں۔ لیکن اگر اس کی رفتار کو بہت زیادہ تیز کیا جائے تو پھر وہی بات ہوگی یا کچی روٹی نکلے گی یا جلی ہوئی۔ اس دفعہ ہم نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہفتہ پہلے ۱۲ تاریخ سے وہ مشین کام شروع کر دے اور ایک بہت بڑا کولر ہے جو غالباً ۲-دو مائینس یا ۳ ڈگری تک، منفی ۲، ۳ درجہ حرارت تک وہ ٹھنڈا کرتا ہے۔ اس میں ان روٹیوں کو تھیلوں میں ڈال کر محفوظ کر لیا جائے۔ PRESERVE کرنے والی دوائیاں ہم ڈالنا پسند نہیں

کرتے کیونکہ اس سے آجکل جو تحقیقات ہو رہی ہیں نقصانات کے اندیشے ہیں۔ بہرحال اس روٹی کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ تین دن تک تو قطعی طور پر ٹھیک رہتی ہے۔ اور میں نے اپنے گھر میں جو تجربہ کر کے دیکھا ہے میں نے دس دن کے بعد بھی کھائی ہے سیرے لئے تو وہ بالکل ٹھیک تھی۔ لیکن مزاج مختلف ہوتے ہیں۔ بعض لوگ پرواہ نہیں کرتے۔ تھوڑی سی باسی بھی ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خراب نہ ہو یعنی نقصان پہنچانے والی نہ ہو تو گزارہ کر لیتے ہیں۔ بعض بہت ہی نازک مزاج ہوتے ہیں اور وہ روٹی کی ذرا سی اونچ نیچ کو بھی برداشت نہیں کرتے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ وہ روٹی جب باہر نکلے تو بعض لوگوں کے لئے کچھ مشکلات پیدا کرے۔ جو نئی بات ہے وہ روٹی کو گرم کرنے کا نظام ہے۔ روٹی کو گرم کرنے کے لئے اس دفعہ ہم نے ایک طریق سوچا ہے اس پر عمل ہوگا۔ پہلی دفعہ ہونے کی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ وہ پوری طرح صحیح کام نہ کرے تو جو روٹی پہنچے گی بعض دفعہ وہ ٹھنڈی بھی ہو سکتی ہے اندر سے اور ٹھنڈی ہونے کی وجہ سے یہ وہم ہوگا کہ شاید خراب ہو۔ بعض دفعہ جلدی میں گرم کرنے کے نتیجے میں بعض حصوں پہ سطحی طور پہ جلنے کے آثار بھی ہوں اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے تو میں یہ مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ اس روٹی میں کوئی بنیادی خرابی نہیں ہے۔ بہت اچھی روٹی ہوگی انشاء اللہ لیکن اگر کچھ ٹھنڈی ہو جائے اور اگر وہ مہمان گھروں میں ٹھہرے ہوئے ہیں تو گھر سے گرم کر سکتے ہیں۔ اگر پسند نہیں آتی تو بجائے پھینکنے کے جہاں روٹیاں گرم ہو رہی ہیں وہاں لے جائیں اور دوبارہ اپنی روٹیاں گرم کروالیں۔ بے تکلفی سے اگر آپ گھریلو رنگ میں گزارا کرنے کی کوشش کریں تو خدا کے فضل سے انتظامات میں بہت سہولت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایک اور بات جو کارکنان کے لئے بھی ضروری ہے

اور مہمانوں کے لئے بھی۔ وہ یہ ہے کہ جہاں بھی نظام جاری ہو وہاں فریکشن (FRICTION) کسی رنگ میں ضرور پیدا ہوتی ہے یعنی جب موٹر چلتی ہے تو اس کے پہئے، اس کے کل پرزے جو حرکت کرتے ہیں، ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور کسی ایک جگہ ذرا سی بھی خرابی پیدا ہو تو ایک پرزے کا دوسرے پہ جھٹکا دُھیر بہت تیز گرمی پیدا کرتا ہے یعنی وہ رگڑ کھانے لگ جاتے ہیں اس نظام کا بالکل اسی طرح انسانی نظام سے بھی تعلق ہے۔ انسانی انتظامات میں بھی بہترین نظام وہ ہوتا ہے جہاں ایک دوسرے سے رگڑ کر نہ چلیں۔ اپنے اپنے دائرہ کار میں حرکت کریں۔ اس سے جو گرمی ہوتی ہے وہ قابل برداشت رہتی ہے۔ یعنی قرب میں جو حرکت کے نتیجے میں یہ گرمی ضرور پیدا ہوتی ہے لیکن جہاں کوئی پرزہ اپنا آربٹ (ORBIT) چھوڑ دے۔ یعنی جس مدار پر حرکت کرنے کے لئے بنایا گیا ہے اس مدار سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو اس سے بھی گرمی پیدا ہوتی ہے اور یہ گرمی اگر اس کا پہلے سے ہی انتظام نہ کیا جائے اور پیش بندیاں نہ کی جائیں تو اچانک سارے نظام کو بھی خراب کر سکتی ہے اور موٹر وغیرہ میں یا جو جدید مشینیں ہیں ان میں LUBRICATION کا نظام ہے جو یہ پیش بندیاں کرتا ہے اور روز مرہ کی عام گرمی کو بھی کم سے کم درجے پر رکھتا ہے ذرا سا START کر کے انجن آپ دیکھیں گرم تو ضرور ہو گا لیکن چونکہ LUBRICATION ہو رہی ہوتی ہے اس لئے وہ گرمی خطرہ پیدا نہیں کرتی۔ انسانی نظام میں LUBRICATION اخلاق سے ملتی ہے۔ جتنے اعلیٰ درجے کے اخلاق کارکنان کے ہوں اتنا ہی زیادہ نظام LUBRICATION کے ساتھ چلتا ہے اور اگر کسی پرزے کا جھکاؤ ہو کر دوسری طرف ٹکر بھی لگ جائے تو یہ LUBRICATION ہے جو اس کو بچا لیتی ہے اور بعض دفعہ پیچھے دھکیل دیتی ہے۔

جماعت احمدیہ کی روایات میں اس پہلو سے اخلاق کو بہت بڑا مقام حاصل رہا ہے اور ساری دنیا جو حیرت سے دیکھتی ہے کہ جماعت کا اتنا بڑا انتظام کیسے چل رہا ہے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ خدا کے فضل سے جماعت کے کارکنان اعلیٰ اخلاق کے حامل ہوتے ہیں اور جہاں کہیں گرمی پیدا ہونے کے خطرات ہوتے ہیں وہاں اگر ایک سے غلطی ہوئی ہے تو دوسرا اپنے حسن خلق کے نتیجے میں اس معاملے کو سنبھال لیتا ہے۔

بعض دفعہ ایک مہمان تیز مزاج آجاتا ہے

بعض دفعہ ایک میزبان تنقید برداشت نہیں کر سکتا اور اگر بدقسمتی سے دونوں اکٹھے ہو جائیں تو پھر ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ میں بہت شاذ ایسے واقعات ہوتے ہیں لیکن ہم نے دیکھے ہیں۔ ایک دفعہ ربوہ میں چاول کھانے والے ایک مہمان تھے۔ ان کے لئے چاول نہیں تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم ابھی پکا دیتے ہیں۔ انہوں نے اتنا شور مچایا کہ جو پکانے والے تھے وہ بھی اسی مزاج کے تھے۔ خوب گرما گرم بحث ہوئی۔ اور یوں لگتا تھا کہ خوفناک لڑائی پھیل جائے گی سارے علاقے میں۔ شور سن کر میں لنگر سے باہر آیا اور میں نے جا کر جو دیکھا تو وہ دونوں میرا لحاظ کرتے تھے۔ پیار سے ان کو سمجھایا تو ہنس پڑے اور وہیں بات ہی ختم ہوگئی۔ تو ایک ہنسی سے بعض دفعہ بڑے بڑے خراب نتائج جو نکل سکتے ہیں ان کی روک تھام ہو جاتی ہے۔ اس لئے آپ حسن خلق سے بھی کام لیں اور جہاں مزاح سے فائدہ پہنچ سکے وہاں مزاح سے کام لیں۔ یہ بڑی ضروری چیز ہے۔

مزاح زندگی کا ایک بڑا اہم حصہ ہے۔

ایک تو ایسا مزاح ہے جس کو لوگ کہتے ہیں کہ کوئی شخص بھانڈ ہو گیا ہے یعنی جس کو عادت ہو۔ دن رات سوائے مزاح کے کام ہی کوئی نہ ہو۔ اس کو لوگ کہتے ہیں بھانڈ بن گیا ہے۔ وہ مزاح میں نہیں کہہ رہا۔ لیکن وہ مزاح جو زندگی کی خشکیوں میں تری پیدا کرنے والا ہے۔ جو روز مرہ کی یکسانیت کو دور کرتا ہے اور زندگی میں ایک فراخی اور روانی پیدا کرتا ہے۔ وہ مزاح بہت ضروری ہے اور بعض دفعہ غصوں کو ختم کرنے کے لئے مزاح بہت کام دیتا ہے۔ بعض دفعہ بچے ایسی حرکت کر دیتے ہیں کہ ماں باپ کو ہنسی آجاتی ہے خواہ کتنا ہی غصہ ہو اُن سے پھر وہ ہنسی برداشت نہیں ہوتی اور ہنسی برداشت نہ ہونے کے معاملے میں چھوٹے بڑے، ادنیٰ اعلیٰ سب برابر ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ اگر وفات کا موقعہ بھی ہو اور لوگ سوگ پہ بیٹھے ہوں اگر کسی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جائے جو مزاحیہ ہو تو اس وقت بھی ہنسی برداشت نہیں ہوتی۔ ایک دفعہ قادیان میں مجھے یاد ہے ہمارے بھائیوں سے کوئی غلطی ہوگئی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے غالباً یہ تھی کہ ہمیں پتہ نہیں لگا تھا کہ حضرت مصلح موعودؓ نماز کے لئے چلے گئے ہیں اور ہم کھیلتے رہے اور جب وہ واپس نکلے تو اس وقت ہمیں سمجھ آئی کہ ہم پکڑے گئے اور غلطی ہو گئی۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ نے لائن لگوا دی اور سب کو سزا دینی تھی۔ اب ہمیں پتہ نہیں کیا سزا دینی تھی۔ مگر بڑے غصے میں تھے کہ تم نے یہ کیا حرکت کی ہے۔ ادھر نماز ہو رہی تھی اور تم صحن میں کھیل رہے تھے تو ہمارے ایک بھائی جن کا نام لینا اس وقت مناسب نہیں۔ ان کی شکل اس وقت اس قسم کی بن گئی خوف سے۔ اور چہرہ بھی موٹا تھا تو وہ ذرا سا منہ کانپتا تھا تو ایک کلہ نیچے ہو جاتا تھا ایک اوپر ہو جاتا تھا تو حضرت مصلح موعودؓ کی SENSIVE یعنی مزاح کا جو ذوق تھا وہ بہت اعلیٰ اور لطیف تھا تو آپ کی اس پر جو نظر پڑی تو ہنسی برداشت نہ ہوئی۔ پہلے اپنی پگڑی کا تھوڑا سا پلّو منہ پر رکھا اور کوشش کی برداشت کرنے کی۔ اس کے بعد اس قدر قہقہہ نکلا کہ ہمیں اسی طرح چھوڑ کر آپ قصرِ خلافت کی طرف چلے گئے تو ہنسی میں نے جیسا کہ بتایا ہے بعض دفعہ بڑے بڑے غصے پر قابو پا لیتی ہے۔ تو اگر کوئی لطیف مزاح ہو تو وہ فائدہ بھی پہنچاتا ہے لیکن بھونڈے مذاق سے بچنا کیونکہ بھونڈا مذاق ہنستے ہوؤں کو بھی غصہ دلا دیتا ہے اور ہر موقعہ کی بات ہوا کرتی ہے، اس لئے بھانڈ پنے سے کام نہیں بنتا، ذہانت کے ساتھ مزاح کا استعمال ہونا چاہئیے۔ اس فن کو آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب سے سیکھ سکتے ہیں۔ آپ نے جہاں مثلاً وفاتِ مسیح

کے دلائل دیئے ہیں وہاں اس کے بعض حصے مزاح سے تعلق رکھتے ہیں۔ غیر احمدیوں کے عقائد کا بھونڈا پن آپ نے مزاح کے رنگ میں اس طرح ظاہر فرمایا ہے کہ لطیف مزاح ہے لیکن وہ تھوڑی دیر پڑھنے کے بعد میرا خیال ہے کہ مخالفین کو بھی ہنسی آجاتی ہوگی۔ ایسا لغو عقیدہ ہے کہ اس کو اگر کھول کر اس رنگ میں بیان کیا جائے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بسا اوقات بیان فرمایا ہے تو انسان ہنسی کے بغیر رہ نہیں سکتا اور جس کو ہنسی آجائے وہ پھر اس کی ضد بھی ٹوٹ جاتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناظروں میں بھی اس فن کو نہایت ہی عمدگی اور پاکیزگی کے ساتھ استعمال فرمایا ہے۔ تو آپ بھی بحیثیت کارکن اپنی مجلسوں میں جہاں تھکاوٹ دور کرنی ہو یا کسی کا غصہ ہٹانا ہو تو

لطیف مزاح سے بے شک کام لیں۔

ٹینشن (TENSION) نہ پیدا کریں یعنی اعصابی تناؤ۔ جن کارکنوں میں اعصابی تناؤ پیدا ہو جائے ان سے پھر غلطیاں ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ نظام فراخ دلی کے ساتھ چلتا ہے، حوصلے کے ساتھ، کچھ دوسرے کی رعایت کی، کچھ اپنا حق چھوڑا کچھ اپنا حق مانگنے میں کمی کی، کچھ دوسرے کے زائد مطالبے کو بھی نرمی سے پورا کرنے کی کوشش کی۔ اسی کو دوسرے لفظوں میں CUSHIONING کہتے ہیں اور اسی کی مثال میں نے LUBRICATION سے دی ہے۔ یہ اعلیٰ اخلاق کی مختلف صورتیں ہیں۔ تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس سارے جلسے میں ابھی پرانی روایات کی طرح خدا کے فضل کے ساتھ

تمام کارکن اعلیٰ اخلاق کا نمونہ دکھائیں گے۔

اعلیٰ اخلاق اور نظم و ضبط کے رشتے کے متعلق کچھ بتانا ضروری ہے۔ بعض لوگ اعلیٰ اخلاق کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ نظم و ضبط کو توڑ دیا جائے۔ حسنِ خلق کی خاطر نظام کو توڑ دیا جائے۔ کسی کے پاس ٹکٹ نہیں ہے تو اس کو بھی جانے دیا۔ قانون مقرر ہے کہ فلاں جگہ کھانا کھانا ہے تو جہاں کوئی آیا وہیں اس کو بٹھا کے کھلا دیا۔ یہ جو چیزیں ہیں یہ ایک پہلو سے حسنِ خلق کہلا سکتی ہیں۔ بڑا نرم انسان ہے۔ بڑا خلیق ہے۔ ہر آدمی کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ایک پہلو سے یہ بدانتظامی ہے اور بعض دفعہ بدانتظامی اتنی شدید رنگ کی ہو جاتی ہے، حسنِ خلق کی وجہ سے کہ اس سے بڑے بڑے خطرات پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً سیکیورٹی، حفاظت کا نظام ہے اور لنگر خانوں میں اگر کسی کو جانے کی اجازت نہیں تو وہ حفاظت کی خاطر ہی ہے۔ بعض دفعہ بعض شریروں نے ہمارے جلسہ سالانہ پر کھانوں میں زہر ملانے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ جماعت نگران تھی اور خدا کے فرشتے نگران تھے جنہوں نے نگرانوں کو متوجہ فرما دیا۔ تو ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ تو ایسے موقعوں پر حسنِ خلق خودکشی کے مترادف ہوتا ہے۔ حسنِ خلق اور چیز ہے اور نظم و ضبط اور چیز ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان ٹکراؤ نہیں ہے۔ آپ بڑے حسنِ خلق کے ساتھ نہایت نرمی اور شفقت کے ساتھ ایک آدمی کو کہہ سکتے ہیں کہ جناب آپ آگے نہیں جائیں گے۔ وہ سختی بھی کرے تو آپ برداشت کریں۔ یہ حسنِ خلق ہے۔ لیکن اس کو آگے جانے دیں یہ بدنظمی ہے۔ اس لئے ہر نظام میں ان دونوں چیزوں کے درمیان توازن رکھنا بڑا ضروری ہوا کرتا ہے۔ جو آپ کے فرائض ہیں آپ نے بہرحال ادا کرنے ہیں۔ جن فرائض میں تبدیلی کا آپ کو اختیار نہیں وہاں اگر اپنے اخلاق کی وجہ سے آپ تبدیلی کرتے ہیں تو مجرم بنتے ہیں۔ اپنے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے جتنی نرمی، جتنا لطف و عنایت دکھا سکتے ہیں ضرور دکھائیں مگر دائرہ کار کو پھلانگنے کی اجازت نہیں ہے۔ بعض دفعہ لوگ اپنے ایسے غیر احمدی مہمان کو لے آتے ہیں جس کے پاس ٹکٹ نہیں ہے۔ اب اس سے کئی طرح سے باتیں ہو سکتی ہیں سختی سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہرگز نہیں ہم جانے دیں گے۔ اس کے سامنے بھی کہا جا سکتا ہے جس سے دونوں کی دل شکنی ہو۔ اور حسنِ خلق سے اس کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک منٹ کے لئے مجھ سے علیحدگی میں تھوڑی سی بات سنیں۔ دوسرے کو نظر میں رکھتے ہوئے بہت دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس سے یہ کہیں کہ یہ ہمارا نظام ہے اور ساری جماعت کے مفاد میں یہ نظام ہے۔ اس لئے آپ مہربانی فرما کر کسی بہانے سے ان کو ذرا تھوڑی دیر ٹالیں اور یہ طریق ہے جس سے اجازت مل سکتی ہے۔ اور فلاں افسر ہے جس کے پاس آپ کو جانے کی ضرورت پڑے گی۔ تو یہ ایک طریقہ ہے سمجھانے کا۔ اگر اچھے طریقے سے سمجھایا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کوئی انسان بے وجہ برا مانے۔ لیکن اگر بدخلقی سے بات کریں گے تو اس سے یقیناً ٹھوکر لگتی ہے۔ پھر شکایتیں پہنچی ہیں کہ ہم فلاں دوست کو لے کے آئے تھے۔ وہ بڑا ہی جماعت کے قریب آچکا تھا اور فلاں نے بداخلاقی سے کام لیا اور وہ دور ہو گیا اور بھاگ گیا۔ ایسا ایک واقعہ ایک دفعہ پیش آیا جس میں واقعۃً منتظمین کی غلطی تھی یعنی ایک ایسے شخص کو جس کے متعلق ان کو شبہ تھا کہ اس کے اوپر نظام کی طرف سے پکڑ آئی ہوئی ہے اور وہ اس جلسے میں اپنے ساتھ بعض غیر مسلم مہمانوں کو لے کے آیا ہوا تھا اور انہوں نے اپنی طرف سے مستعدی دکھاتے ہوئے اور یہ سمجھے کہ نظام کا یہ تقاضا ہے جا کر بھری مجلس میں ان کو اٹھوا دیا۔ اب جو اندر داخل ہو چکا تھا اس وقت ان کا کام یہ تھا کہ افسر بالا کو بتاتے کہ فلاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کیا حکم ہے؟ اور اپنے ہاتھ میں اس فیصلے کو نہ لیتے اور ویسے بھی جب ایک آدمی داخل ہو چکا ہے تو اس وقت اس کو اٹھانا اور بات ہے اور جب نظام کی طرف سے ہدایت بھی کوئی نہیں ہے کہ چونکہ ایک شخص کو سزا ہوئی ہے۔ ایک شخص سے چندہ نہیں لیا جا رہا تو اس لئے اس کو جلسے میں بھی شامل نہ ہونے دیا جائے۔ ایسے فیصلے جو مبہم سے ہوتے ہیں اس میں نظام کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ آپ اپنی طرف سے خود فیصلہ کریں۔ اس میں نظام کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ نظر رکھیں اور اگر سمجھتے ہیں پیغام بھیج کر یا متعلقہ افسر کو مطلع کر کے اس سے راہنمائی حاصل کرنے کی کوشش کریں اور افسر بالا کا بھی یہ کام ہے کہ وہ حسنِ خلق سے پیش آئے اور لوگوں کی ٹھوکر کا موجب نہ بنے۔

جماعت احمدیہ دل جیتنے کے لئے بنائی گئی ہے۔

اس بنیادی حقیقت کو تو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نظام جماعت کی متابعت میں اگر دل ٹوٹتے ہوں تو ہر کارکن کا فرض ہے کہ وہ اپنی جان پر زیادہ سے زیادہ تکلیف لے لے اور دل توڑنے سے گریز کرے اور نظام کے تقاضے کو اس طرح سر انجام دے کہ اس کے دل کو بے شک تکلیف پہنچی ہو لیکن جس پر وہ نظام جاری کرتا ہے اس کو کم سے کم تکلیف پہنچے یا نہ پہنچے۔ یہ ایک سلیقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر بعض لوگوں کو ودیعت ہوتا ہے۔ اور بعض لوگوں کو سیکھنا پڑتا ہے لیکن اگر باشعور طور پر ہر انسان ان باتوں کو سمجھ کر اپنے مزاج کو ان چیزوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے تو ناممکن نہیں ہے۔ لوگ تربیت سے آہستہ آہستہ سلجھ جاتے ہیں۔ بہرحال

کوشش یہی کرنی چاہیئے کہ آپ کسی کی ٹھوکر کا موجب نہ بنیں

اور دل شکنی کا موجب نہ بنیں اور اگر توازن اس طرح کا خطرناک ہو کہ ایک طرف کسی قسم کا خطرہ درپیش ہو اور دوسری طرف ٹھوکر کا مسئلہ ہو تو یہ وہ صورتحال ہے جس کی فوری طور پر بالا افسر کو اطلاع کرنی ضروری ہے، یہی حل ہے۔ اور اس وقت تک اپنی نگرانی رکھیں جب تک آپ نگرانی رکھ سکتے ہیں

جلسہ سالانہ کے نظام کے متعلق ایک اور اہم بات

جس کی طرف میں سالہا سال سے اپنے نظام کو جہاں جہاں میں کام کرتا رہا ہوں، ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں بلکہ جہاں تک مجھے یاد ہے جب سے میں نظام جلسہ سے وابستہ ہوا ہوں اس پہلو کی طرف جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں ہمیشہ توجہ دلاتا رہا ہوں، اور وہ ہے نماز کا قیام۔ جس طرح میں نے ایک بنیادی بات آپ کے سامنے یہ کہی کہ ہم دل جیتنے کے لئے آئے ہیں

لیکن سوال یہ ہے کہ دل کس کی خاطر، اپنے لئے یا کسی اور کے لئے۔

ہم خدا کی خاطر دل جیتنے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

اس لئے اگر دل خدا کی خاطر نہ رہیں تو پھر وہ جیتنے کا فائدہ ہی کوئی نہیں، بالکل بے معنی اور لغو بات رہ جاتی ہے۔ اور خدا کی خاطر دل جیتنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم بنی نوع انسان کو عبادت گزار بنانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ جو نظام کے بہانے نمازیں چھوڑ دیتے ہیں ان کے پاس اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ نماز کو اتنی اہمیت حاصل ہے کہ شدید جنگ کے دوران بھی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سوائے اس کے کہ بالکل ناممکن بنا دیا گیا اور وہ صرف ایک دفعہ ہوا، باقاعدہ نماز ادا کرتے تھے اور لڑائی ہو رہی ہوتی تھی اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق آپ پھر بھی باجماعت نماز ادا کرتے تھے

۔ آدھے لوگ آپ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کے علیحدہ ہو جایا کرتے تھے اور دوسرے دوسری رکعت پڑھنے کے لئے آتے تھے تو یہ ہتھیار سنبھال لیتے تھے اور پھر پہلی پارٹی دوبارہ واپس آتی تھی ان ہتھیار دیکر اور اپنی دوسری رکعت بعد میں پوری کرتی تھی اور دوسری پارٹی پھر واپس آکر ان کو ہتھیار پکڑا کر اپنی رکعت پوری کرتی تھی۔ اب یہ بتائیں کہ چار پھیرے پڑتے تھے اور دوران جنگ جب لڑائی ہو رہی ہو اس وقت یہ کیفیت حیرت انگیز ہے۔ سوائے اس کے کہ انسان کو کامل یقین ہو جائے، ایک ذرہ بھی شک نہ رہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے نزدیک دنیا کی سب سے زیادہ اہم چیز عبادت تھی اور عبادت کے مقابل پر پھر کسی چیز کو کوئی اہمیت نہیں رہتی تھی۔ یہاں چھوٹے سے نظام میں رکھنے کے خیال سے بھی لوگ نمازوں کو ٹال دیتے ہیں۔ چنانچہ بعض تو ایسے ہیں جو پھر نماز قضاء کر جاتے ہیں یا بعض پڑھتے بھی نہیں ہوں گے۔ کیونکہ انگلستان وغیرہ میں نظام اس طرح جاری نہیں ہیں جس طرح قادیان یا ربوہ میں جاری تھے اور نماز کی اہمیت کا احساس اس شدت کے ساتھ چھوٹی نسلوں میں پیدا نہیں کیا گیا جیسا کہ قادیان یا ربوہ میں یا پاکستان کی بڑی جماعتوں میں کیا جاتا ہے۔ اس لئے یہاں دہرا خطرہ ہے۔ کارکن آئیں گے، وہ سمجھیں گے کہ یہی نیکی ہے کہ میں کارکن ہوں اور نماز ہو نہ ہو کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سے مستقبل کے لئے آپ بہت سی بُری عادتیں چھوڑ جائیں گے اور نہایت بڑے خطرات پیدا کر جائیں گے۔ جب زور برتن پر ہو جائے اور یہ دیکھا ہی نہ جائے کہ برتن بھرا ہوا ہے کہ خالی ہے تو ایسے برتن سے کسی نے سر پھوڑنا ہے جس میں کچھ بھی نہ ہو۔ یہ نظام برتن کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے اندر عبادت کی روح ہے۔ محبت کی روح ہے اور اعلیٰ اخلاق کی روحیں ہیں جو اس نظام جماعت کے برتن میں محفوظ رہتی ہیں اور

سب سے اہم روح جو اس نظام میں ہے وہ عبادت کی روح ہے۔

پس جلسے کا نظام ہو یا کوئی اور اگر اس کی وجہ سے عبادت میں رخنہ پیدا ہوتا ہے تو ہم اپنے اعلیٰ مقصد کو ایک ادنیٰ مقصد پر قربان کر رہے ہیں جبکہ عہد بیعت میں اس کے بالکل برعکس صورتحال ہے۔ عہد بیعت میں آپ یہ اقرار کرتے ہیں کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا تو وہاں نسبتی لحاظ سے وہ نظام جو بظاہر دین ہی کا حصہ ہے عبادت کے مقابل پر دنیا بن جاتا ہے اور یہ دین اور دنیا کا رشتہ اسی طرح چلتا چلا جاتا ہے۔ باریک در باریک ہوتا چلا جاتا ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ دینی فرائض میں بھی آپس میں ایک تناسب ہوتا ہے۔ اوپر کے درجہ کا دینی فرض نچلے درجے پر قربان نہیں کیا جا سکتا۔ پس

نماز باجماعت کے قیام کی طرف سارے منتظمین توجہ رکھیں

اور ایک تربیت کا نظام ہے وہ تو اپنی جگہ کام کرے گا۔ لیکن ہر افسر شعبہ کا کام ہے کہ اس کے ماتحت افسران اور معاونین سب باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ان کے لئے چھوٹی باجماعت نمازوں کا شعبہ وار انتظام کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بعض وقت باجماعت نماز میں شامل نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں بھی دوران جہاد آدھے مجاہدین شامل نہیں ہو سکتے تھے مگر وہ جو صورت ہے کہ وہ آدھی نماز پڑھیں اور پھر واپس چلے جائیں، پھر دوسرے آدمی نماز پڑھیں وہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لئے خاص ہے۔ اس کو ہم عام نہیں کر سکتے۔ اس لئے یا آپ باجماعت نماز پڑھ سکیں گے یا نہیں پڑھ سکیں گے۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ وہ جو صورت تھی جو میں نے بیان کی ہے اس کے اندر ایک اور فلسفہ ہے جس کو آپ کو سمجھنا چاہئے۔ جہاد کے وقت ہر شخص کو اپنی زندگی کے متعلق بے یقینی ہوتی تھی اور سب سے بڑی صحابہ کی خواہش، اپنی زندگی کی آخری خواہش یہ ہوا کرتی تھی کہ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے نماز کی توفیق مل جائے۔ پس یہ جو نظام بیان کیا گیا ہے یہ کوئی جلد بازی میں تجویز ہوا نظام نہیں ہے بلکہ ایسا حیرت انگیز حکمت پر مبنی نظام ہے جس کو دنیا دار سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک دنیا دار جرنیل کے دماغ میں کبھی نہیں آ سکتی، اس کے خواب میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی کہ جنگ کے دوران کسی کے پیچھے بلا کر آدھوں کو پہلے محاذ میں بلاؤ، پھر دوسروں کو بلاؤ، پھر وہ پہلے واپس آئیں، پھر وہ دوسرے واپس آئیں۔ وہ کہے گا یہ کیا حکم ہے۔ یہ تو بالکل بے معنی اور بے حقیقت بات ہے لیکن اس میں عظمت کس چیز کی ہے۔ یہ جنگ کی فلسفہ کی بات۔ اور قرآن کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی اور صحابہ کی رضوان اللہ علیہم سچائی کی سب سے بڑی دلیل اسی چھوٹے سے حکم میں مضمر ہے۔ بلا استثناء بلاشبہ سب سے بڑی عظمت اس وقت عبادت کو حاصل تھی اور وہ عبادت جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے پیچھے پڑھی جائے۔ ایسے حریص تھے مومن اس عبادت کے لئے کہ خدا تعالیٰ نے محبت کی نظر سے ان کی تمنا کو دیکھا اور ایک ایسا نظام تجویز کیا جو دنیا کی نظر میں کلمزی (CLUMSY) اور ناقابل عمل قرار دیا جائے لیکن ان کے دل کی تمنا دیکھیں کہ کتنی شدید تھی اور کیسی کیسی دعائیں ان کے دل سے پھوٹتی ہوں گی کہ خدا ہمیں توفیق ملے کہ ہم بھی شہادت سے پہلے تیرے پاک رسولؐ کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہوں کہ خدا نے ان کے دلوں پر نظر ڈالتے ہوئے قرآن کریم میں یہ حکم جاری فرما دیا ہے۔ وہ بات تو پھر نہیں ہو سکتی۔ لیکن عبادت کی محبت کا سبق تو ہمیں مل گیا ہے۔ یہ تو پتہ چلا کہ سب سے زیادہ شدت کی مصروفیت کے وقت بھی عبادت کو جو اہمیت ہے ویسی کسی اور چیز کو حاصل نہیں۔ پس اس پہلو سے اس جلسے پر بھی

دنیا بھر میں جہاں یہ خطبے پہنچیں گے۔

اور وہاں بھی جلسے ہوں گے، وہاں کے کارکن بھی اس بات کو پلے باندھ لیں اچھی طرح اور مضبوطی سے پکڑ لیں کہ ہر منتظم کا فرض ہے کہ اپنے ماتحتوں کو عبادت پر قائم کرے۔ عبادت کے سلیقے سکھائے اور جلسہ ہو رہے کے موقعہ پر تو آپ کو یہ ایک دہرا فائدہ ہو گا کہ ایسے بچوں کو بھی آپ عبادت سکھانے کی توفیق پالیں گے جن میں سے بعض نہیں پڑھتے ہوں گے۔ کیونکہ یہاں کی تربیت میں بہت سے خلاء رہ گئے ہیں۔ میں تقریباً چھ سال پہلے یہاں آیا۔ اس سے پہلے جو تربیت کی حالت تھی اس میں بہت سے نقص تھے۔ جو نسلیں اس تربیت کے دوران پیدا ہوئی ہیں جب میں یہاں موجود رہا ہوں ان کے اندر اور پہلی نسلوں میں بڑا فرق ہے۔ اس لئے خلاء والی بہت سی نسلیں یہاں ملیں گی جن کے اندر جگہ جگہ تربیتی خلاء موجود ہیں۔ جلسہ سالانہ کے موقعہ پر خدا تعالیٰ منتظمین کو یہ بہت بڑی سعادت بخشے گا کہ اگر وہ اپنے کارکنوں کو نماز سکھا دیں اور نماز کے ساتھ ان کے وضو پر بھی نظر رکھیں۔ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں کا خیال رکھیں۔ وضو ٹھیک کرتے بھی ہیں کہ نہیں اور نماز پڑھنے کا طریقہ بھی ٹھیک آتا ہے کہ نہیں۔ باریک نظر سے دیکھیں تو ان تین، چار، پانچ بعض دفعہ دس دنوں میں، بعض کارکنوں کا عرصۂ خدمت دس دن تک پھیلا ہو گا۔ بعضوں کا شاید اس سے بھی زیادہ ہو، بہت اچھا موقعہ میسر آ سکتا ہے کہ نئے نوجوانوں کی، نئی نسلوں کی تربیت کی جا سکے

تربیت کے معاملے میں میں نے یہ کہا کہ باریک نظر سے تفصیل سے دیکھیں۔

اور یہی بات انتظام کے معاملے پر بھی چسپاں ہوتی ہے۔ اچھا منتظم وہی ہے جو حکم جاری کرنے کے بعد یا ہدایت دینے کے بعد آخری کنارے تک نظر رکھے اور نیچے اُتر کر اُس سطح پر جو کام کی آخری سطح ہے وہاں دیکھے کہ کس طرح ہدایتیں پہنچی ہیں اور کس طرح وہاں کام ہو رہا ہے اور پلاننگ کے وقت بھی باریک باریک امکانات کو اور احتمالات کو پیش نظر رکھے۔ ایسا ہی مربی دین میں کامیاب ہوتا ہے اور ایسا ہی منتظم دُنیا میں کامیاب ہوتا ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ ہر حکم دینے کے بعد دوبارہ سُنتے تھے اور سُننے کے بعد اگر اس کو ضرورت پڑتی تھی تو پھر دوبارہ بتاتے تھے اور پھر سُنتے تھے۔ جب تک آپ کی یہ تسلّی نہیں ہو جاتی تھی کہ سُننے والے نے بات سمجھ لی ہے اس وقت تک آپ اس کو رخصت کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ بہت سارے انتظامات میں خرابی کا باعث اس سُنّت سے غفلت بنتی ہے یعنی جو کارکن اس سُنّت کو نہیں اپناتے وہ ایک پیغام دے دیتے ہیں اور پھر بے فکر ہو کے غافل ہو جاتے ہیں جب کوئی نتیجہ نہ نکلے یا غلط نتیجہ نکلے اور ہم پوچھیں تو وہ کہتے ہیں کہ جی! ہم نے تو بتا دیا تھا اس کو۔ جب اُس کو جس کو پیغام ہو اس کو بلایا جاتا ہے کہ جی تمہیں بتا دیا تھا اور پھر تم نے یہ حرکت کی تو وہ کہے گا۔ جی! مجھے انہوں نے یہ نہیں بتایا تھا یہ بتایا تھا۔ اب اس میں جھوٹ سچ کا سوال نہیں ہے۔ سُننے کے انداز مختلف ہیں۔ بتانے کے انداز مختلف ہیں۔ جب تک ان دونوں کا مزاج ہم آہنگ نہ ہو جائے اور یہ بات اچھی طرح واضح نہ ہو جائے کہ جو کہا گیا تھا وہ سمجھا بھی گیا ہے کہ نہیں۔ اُس وقت تک دونوں میں سے کسی کا بھی قصور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یا یُوں کہنا چاہیئے کہ دونوں کا قصور ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ذمہ داری سُنانے والے پر ڈالی ہے۔ اسی لئے اپنی خدا کے حضور اسی رنگ میں ذمہ داری دیکھتے رہے اور یہ آپ کی عظمت کا وہ راز ہے۔ جو شخص کسی کی جواب طلبی کرنے والا ہو اگر وہ اپنی جوابدہی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس فکر میں غلطاں نہیں رہتا تو وہ حقیقت میں جواب طلبی کی بھی اہلیت نہیں پاتا اور اس کے نظام میں ایسی خرابیاں لازماً ہوں گی جس کے نتیجے میں جو بات اس کے سپرد کی گئی ہے آگے صحیح رنگ میں پہنچے گی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا طریق تھا کہ بات بیان فرماتے۔ پھر یہ بھی فرمایا کرتے کہ جو حاضر ہے وہ غائب تک یہ بات پہنچائے اور پھر خود آخری عمر میں سب سے بڑے مجمع میں مخاطب کر کے، جو حجۃ الوداع کا موقعہ تھا اُس وقت آپ نے فرمایا کہ بتاؤ گواہی دو کہ خدا نے جو مجھے پیغام دیا تھا مَیں نے تم تک پہنچا دیا۔ گواہی دو کہ جو خدا نے مجھے پیغام دیا تھا مَیں نے تم تک پہنچا دیا اور وہ لاکھوں کا مجمع بتایا جاتا ہے اس سارے مجمع نے یکزبان ہو کر گواہی دی۔ آپ کو اُن کی گواہی کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ آپ اُن پر گواہ تھے لیکن اپنے دل کی ایک خواہش پوری کرنے کے لئے کہ خدا کے سامنے مَیں جوابدہ ہوں۔ میرے سامنے خدا کے یہ لاکھوں بندے گواہ ٹھہر جائیں کہ ہاں مَیں نے حق ادا کر دیا تو

اچھا منتظم خواہ مذہبی ہو یا غیر مذہبی ہو

اسی کو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی سُنّت پر چلے بغیر چارہ ہی کوئی نہیں۔ چاہے نہ چاہے اسے اس سنّت پہ عمل کرنا ہی ہوگا۔ اور جہاں نہیں کرے گا وہاں نقصان اُٹھائے گا۔ سنّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ خوبی ہے کہ اسکے اکثر حصے ایسے ہیں جنہیں منکرین کیلئے بھی سوائے اس سنت پر چلے چارہ نہیں ہے نہیں چلیں گے تو مار کھائیں گے اسلئے جو غلام ہیں جو عاشق ہیں جنہوں نے دیدہ اکو اس غلامی کے رنگ سکھانے ہیں انکے لئے تو بہت ہی ✻ ضروری ہے کہ وہ ذاتی شوق سے دیکھیں اور اپنی جان پر اس کو جاری کریں۔ اپنے دل سے چمٹا کے بیٹھ جائیں اور پھر اس سے استفادہ کر کے نیک نمونے دُنیا میں ظاہر کریں جو سنّت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کو زندہ کرنے والے نمونے ہوں۔ پس نظامِ جماعت کے ہر حصّے پر اس بات کا اطلاق ہوتا ہے۔ آپ جب کسی کارکن کو ہدایت دیں۔ جلسے کے موقعہ پر بھی یہی طریق اختیار کریں۔ ہدایت کے بعد اُس سے پُوچھیں کہ کیا سمجھے ہو۔

✻ ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ...

بتاؤ۔ پھر وہ جو غلط سمجھا ہوگا اس کو درست کریں اور پھر اس کو یہ بھی سکھائیں کہ اگر تم نے کسی اور کو پیغام دینا ہے تو آگے بھی اسی طرح، اسی طریق پر دو۔ اور اچھی طرح یقین کر لو کہ بات صحیح رنگ میں پہنچ گئی ہے۔

آخری بات یہ کہ دُعا پہ بہت زور دیں۔

مَیں نے بارہا زور دیا ہے لیکن دُعا ایک ایسی چیز ہے جس پہ پُورا زور دیا ہی نہیں جا سکتا یعنی جتنا بھی دیں اتنا ہی کم ہے۔ یہ اُردو کا محاورہ ہے مگر شاید یہ محاورہ اور کسی چیز پر صادق آئے نہ آئے دُعا کے مضمون پہ ضرور آتا ہے۔ انسان جس کو کثرت سے دُعا کی عادت بھی ہو وہ بھی بعض موقعہ پر غافل ہو جاتا ہے اور جس کو زیادہ دُعا کی عادت ہو اور خدا تعالیٰ اُس کو سبق دینا چاہے تو اس کی تھوڑی سی غفلت بھی غلط نتیجہ پیدا کر کے اُس کے سامنے آ کھڑی ہوتی ہے اور جب اُسے یاد آتا ہے کہ اوہو! مَیں نے تو دُعا کرنی تھی اور دُعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نتیجے کو درست بھی فرما دیتا ہے۔ پس ہمارے تمام منتظمین کو دُعا کو اپنانا چاہیئے اور دُعا سکھانی چاہیئے۔ جس طرح نماز سکھانی ہے اس طرح اپنے نوجوانوں کو دُعا کی اہمیت بتائیں اور ان سے کہیں کہ اپنی روزمرّہ کی ضرورتوں کے وقت اپنے لئے دُعا کیا کریں۔ ہر کام میں مصروف ہوتے وقت دُعا کیا کریں۔ اس سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر کام اس طرح چلتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا کہ یہ کون چلا رہا ہے۔ خود رَو ہو جاتے ہیں۔ بہتے چلے جاتے ہیں اور اسی طرح پھر ہم نے دیکھا ہے کہ جلسے کے بعد جلسہ آکر گزر جاتا ہے۔ شروع میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ بڑے بوجھ اُٹھائے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن جب جلسہ چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فرشتے وہ بوجھ اُٹھا کر اس حد سے گزر چکے ہیں اور پتہ ہی نہیں لگا کہ کب وقت آیا اور کب گزر گیا تو یہ دُعاؤں کی برکت ہے جو ہماری نسلوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت یافتہ نسلوں سے ورثے میں یہ برکت پائی ہے اور یہ سلیقہ سیکھا ہے اسے اب اگلی نسلوں میں ہمیں جاری کرنا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ اس کی حفاظت کرنی ہے تو دعا کریں اور دُعا کروائیں اور دُعا کے سلیقے سکھائیں اور اس کے نیک نمونے قائم کریں اور پھر اس کے پھل کھائیں۔ دُعا کے ذریعے مانگ کر جو چیز ملتی ہے اس کا مزہ ہی اور ہے۔ خدا کے روزمرّہ تو اتنے احسانات ہیں کہ ان میں ڈوبے ہوئے آپ کو یہ پتہ ہی نہیں رہتا کہ کون کون سے احسانات ہیں۔ گننا شروع کریں تو ایک دن کے احسانات مہینوں میں نہیں گن سکتے لیکن دُعا کے وقت ایک ذاتی رابطہ پیدا ہو جاتا ہے احسان پانے کا اور جو اس کا لُطف ہے وہ عمومی احسان سے ایک الگ لُطف ہے۔ روزمرّہ روٹی کھا رہے ہیں لوگ، روٹیاں تقسیم ہو رہی ہیں مگر کسی کو بُلا کر کہا جائے کہ میاں یہ تمہارے لئے روٹی رکھی ہوئی ہے اس روٹی کا بالکل اَور مزہ ہے۔ اس لئے دُعا کے ذریعے وہ لذّت حاصل کریں اور اپنے ربّ سے وہ تعلّق پیدا کریں جس کے نتیجے میں آپ کو بھی خدا کی طرف سے تھوڑا تھوڑا مائدہ ملنا شروع ہو جائے۔ کچھ رزق براہِ راست آپ کے حصّے میں آئے اور اس کی وجہ سے پھر مستقل ہماری آئندہ نسلوں کی حفاظت ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

چندہ بدر کی نئی شرح

خریداران اخبار بدر کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ بڑھتی ہوئی قیمتوں اور صیغہ بدر کے خسارہ کے پیش نظر نگران بورڈ نے یکم جنوری ۱۹۹۱ء سے اخبار بدر کے چندہ کی شرح سالانہ -/65 روپے سے بڑھا کر -/75 روپے سالانہ مقرر کی ہے۔ احباب آئندہ اس نئی شرح کے مطابق چندہ ادا کر کے ممنون فرمائیں۔

مینیجر بدر قادیان

خطبہ جمعۃ المبارک

جماعت احمدیہ کو اب دنیا میں غلبۂ عظیم عطا ہونے والا ہے اور جماعت احمدیہ کے حق میں گزشتہ انبیاء کے وعدے پورے ہونے کے دن قریب آ گئے ہیں کیونکہ جماعت احمدیہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی کی جماعت ہے جو وعدے آپ کے اولین کے حق میں کئے گئے تھے وہی وعدے آپ کے آخرین کے حق میں لازماً پورے ہوں گے

اس پہلو سے لازمی ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف پہلے سے بڑھ کر متوجہ ہوں!

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۲۷ وفا (جولائی) ۱۳۶۹ ہش ۱۹۹۰ء بمقام اسلام آباد (یو۔کے)

مکرم منیر احمد صاحب جاوید مبلغ سلسلہ دفتر P.S لندن کا قلمبند کردہ یہ بصیرت افروز
خطبہ جمعہ ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے ——— (ایڈیٹر)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـؤُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(سورۃ البقرۃ: آیات ۲۵۷-۲۵۸)

یہ آیات جو سورہ بقرہ سے لی گئی ہیں، ان کا ترجمہ یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے کھل کر واضح ہو چکی ہے۔ پس جو شخص بھی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے، اس کا ہاتھ گویا ایک ایسے مضبوط کڑے پر جا پڑا ہے، ایک مضبوط کڑے پر پڑ چکا ہے اور ایسے مضبوطی سے تھام چکا ہے کہ جس کے لئے ٹوٹنا نہیں اور اللہ تعالیٰ بہت ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اُن لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ اُن کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے اور وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا اُن کے دوست شیاطین ہیں جو انہیں روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتے رہتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں اور اس آگ میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔

جب بھی ہم آج کل منافق کا لفظ سنتے ہیں تو ذہن میں بالعموم اعتقادی منافق ہی آتا ہے اور منافق کا جو عام تصور ذہن میں اُبھرتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شخص بظاہر ایمان لا رہا ہو لیکن درحقیقت ایمان نہ لاتا ہو اور کسی لالچ کی وجہ سے یا کسی شرارت کی نیت سے وہ ایمان لانے والے گروہ میں داخل ہوا ہو اور اپنے مفادات کی خاطر یا مومنوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے کی خاطر ایمان کے پردے میں چھپا ہوا کافر ہو۔ منافق کی یہ تعریف بھی درست ہے اور قرآن کریم سے قطعی طور پر ثابت ہے لیکن اس کے علاوہ بھی منافقین کا ذکر ملتا ہے قرآن کریم میں بھی اور احادیث نبویہ میں بھی جن سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین کی ایک اور قسم ہے جو اعمال کے منافق ہوتے ہیں۔ یعنی عقائد کے لحاظ سے جب وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تو ایمان لاتے ہیں لیکن اُن کی عملی زندگی میں ایسے اعمال جو صالح نہیں ہیں وہ روزمرہ اُن کی زندگی کا حصہ بنے رہتے اور مومن ہونے کے باوجود بھی اُن کے اعمال میں کافرانہ اعمال شامل ہو جاتے ہیں۔ پس یہ دو عملیاں یعنی مومن ہوتے ہوئے بھی کافروں کے سے اعمال بجا لانا بھی ایک نفاق ہے جسے ہم

عملی نفاق

قرار دے سکتے ہیں۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے چار قسم کے دل بیان فرمائے اور اس حدیث نبوی میں بہت کھول کر ان چار قسموں کو الگ الگ کر کے دکھایا گیا ہے یعنی وہ لوگ جو کافر ہیں، وہ لوگ جو مومن ہیں اور وہ لوگ جن کی بیچ کی حالت ہے اور وہ لوگ بھی پھر دو قسموں میں منقسم ہیں۔ ایک وہ جن کا یہاں پہ اوّل طور پر ذکر کیا اور ایک وہ دوسرے جو بین بین کی حالت میں ہیں یعنی ایمان لاتے ہوئے بھی اُن کے اعمال مومنوں کے سے اعمال نہیں بن سکے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ یہ مسند احمد بن حنبلؒ سے لی گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ انسانی دل چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مصفّی شفاف تلوار کی طرح چمکتا ہوا، خدمتِ دین کے لئے تیار اور دوسرا وہ دل ہوتا ہے کہ اس پر غلاف چڑھا ہوا ہوتا ہے اور غلاف بھی وہ جو خوب بندھا ہوا ہو اور تیسرا وہ دل جو اوندھا رکھا ہوا ہو اور چوتھا وہ دل جو ٹیڑھا رکھا ہوا ہو یا پتھروں کے نیچے دبا ہوا ہو۔ وہ جو پہلا دل ہے یعنی صاف دل وہ تو مومن کا دل ہے۔ اس کا دیا وہ نور ہے جو اس کے دل میں پیدا ہوا ہے۔ اور وہ دل جو غلافوں میں بند ہے کافر کا دل ہے کہ صداقت اس کے اندر نہیں جاتی اور کفر باہر نہیں نکلتا اور اوندھا رکھا ہوا دل منافق کا دل ہے جو پہلے صداقت کو مان لیتا ہے پھر اس کا ایمان ضائع ہو جاتا ہے اور وہ دل جو ٹیڑھا رکھا ہوا ہے یا پتھروں میں دبا ہوا ہے وہ اُس شخص کا

دل ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں پائے جاتے ہیں۔ اس کے ایمان کی حالت تو اچھی سبزی کے مشابہ ہے جسے پانی مل رہا ہو اور اس کے نفاق کی حالت ایک زخم کی سی ہے جس سے خون اور پیپ بہہ رہے ہوں پھر اُن دونوں سے جو حالت غالب آجائے وہ اسی گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

پس آج میں اِس قسم کے منافقین کا ذکر کرکے جماعت کو اپنے اعمال سے متعلق نگران اور خبردار رہنے کی تلقین کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے، کافر تو بالکل الگ ہیں اور مؤمن بالکل الگ ہیں اور بیچ کی حالت میں دو قسم کے منافقین ہیں ایک وہ جو عقیدہ کے لحاظ سے کافر ہوں اور کسی اگر مؤمنوں کے لبادہ میں مؤمنوں کی جماعت میں خفیہ طور پر داخل ہو چکے ہوں یا پہلے ایمان لائے ہوں اور پھر منکر ہو چکے ہوں اور بعض مشکلات کی وجہ سے اور بعض مصالح کی وجہ سے وہ کھلم کھلا انکار کرکے کفر کی طرف واپس لوٹ نہ سکتے ہوں اور آخری قسم وہ ہے جن کے اعمال ابھی تک درست نہیں ہو سکے۔ ایمان بھی ہے اور اس کے ساتھ بد اعمالیاں بھی ہیں اور مل جل کر یہ دونوں بیک وقت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ یہ حالت خطرے سے خالی نہیں ہے اور جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم نے نتیجہ نکالا کہ اِس دوران کبھی ایک حالت کو فتح ہوگی اور مرنے سے پہلے ایسا شخص یا ایک طرف کو لڑھک جائے گا یا دوسری طرف اُلٹ کر واضح طور پر اُس کا انجام یا کفار پر ہوگا یا مؤمنین پر اور بین بین کی حالت ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔

پس وہ مؤمن جن کے اعمال میں کمزوری ہو اُن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کی مسلسل اصلاح کرتے رہیں اور قرآن کریم نے ہمیں بتایا ہے کہ یہ اصلاح انسان کے اپنے بس کی بات نہیں جب تک ولایت نصیب نہ ہو اُس وقت تک یہ اصلاح ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ ولایت کی جستجو ضروری ہے۔ ولایت کے متعلق بھی یہ خیال ہے کہ وہ شخص جو بہت پہنچا ہوا بزرگ ہو اُسے ہی خدا تعالیٰ کی ولایت نصیب ہوتی ہے یہ درست نہیں ہے۔ اس کو بھی ولی کہتے ہیں لیکن ہر ایمان لانے والے کو جو سچے دل سے ایمان لاتا ہے ایک طرح خدا تعالیٰ کی ولایت نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اسی کے متعلق یہ آیتِ قرآنی ہے جس کی میں نے تلاوت کی۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ وہ لوگ جو ایمان لے آتے ہیں وہ تو اندھیروں سے نکل آئے پھر اُن کے متعلق یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے اللہ اُن کا دوست بن جاتا ہے اور ان کو اندھیروں سے روشنیوں کی طرف نکالتا رہتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے کے ساتھ ہی اعمال کی پوری اصلاح نہیں ہوا کرتی بلکہ

خلوص دل سے ایمان لانے والوں کو

صرف یہ امتیاز اور یہ سعادت نصیب ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کی مدد فرماتا رہتا ہے اور ان کو رفتہ رفتہ کفر کے حالات سے نکال کر ایمان کے حالات اُن کو عطا کرتا رہتا ہے یعنی عملی زندگی میں بھی اُن کو اندھیروں سے روشنی کی طرف منتقل فرماتا رہتا ہے اور اعتقادی لحاظ سے بھی ان کو پہلے کی نسبت زیادہ بصیرت اور زیادہ واضح یقین کی حالت عطا فرماتا ہے اور علم الیقین کو حق الیقین میں بدلتا رہتا ہے۔ یہ وہ کیفیت ہے جس کو سمجھنے کے بعد ہر مؤمن کو اپنی فکر کرنی چاہیئے اور اپنے اعمال کا اس طرح امتحان لینا چاہیئے کہ کیا میں وہ ایمان لایا ہوں جس کے نتیجہ میں خدا میرا ولی بن چکا ہے اور کیا دن بدن میرا رُخ ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ہے یا نہیں ہے۔ چنانچہ جب اِس پہلو سے ہم مؤمنوں کی جماعت پر نظر ڈالتے ہیں تو اکثر یہ بد اعمالیاں کسی نہ کسی رنگ میں ہر اس سالک کی زندگی میں پائی جاتی ہیں جو نیکی کی طرف یا خدا کی طرف حرکت کر رہا ہے اور بد اعمالیاں اُن منافقین میں بھی پائی جاتی ہیں جن کے اندر کچھ اخلاص کی کمی کی وجہ سے یا اور ایسی [illegible]

وجہ سے اُن کے ایمان زخم خوردہ ہو چکے ہوتے ہیں اور اگرچہ مؤمن رہتے ہیں لیکن اس کے باوجود بدیوں کی طرف ان کا رجحان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس مؤمنوں کی سوسائٹی میں اس قسم کی حالت کے انسان آپ کو ہر جگہ دکھائی دیں گے لیکن ان دونوں حالتوں پر نفاق کا لفظ اطلاق نہیں پاتا۔ یہ مضمون میں آپ پر اچھی طرح کھولنا چاہتا ہوں۔

کچھ ایسے مؤمن بھی ملیں گے جن کے اعمال کمزور ہیں

لیکن اُن کو خدا کی ولایت نصیب ہوتی ہے۔ کچھ ایسے مؤمن بھی نظر آئیں گے یا مؤمنوں کی سوسائٹی میں ایسے لوگ بھی داخل دکھائی دیں گے جن کے اعمال کمزور ہیں لیکن انہیں اللہ کی ولایت نصیب نہیں ہے۔ ان دونوں کے درمیان ایک بہت بڑا فرق ہے اور فرق یہ ہے کہ وہ لوگ، وہ مؤمن جو کمزور اعمال ہیں مگر ولایت نصیب ہے وہ دن بدن سدھرتے چلے جاتے ہیں اور مؤمنوں کی جماعت میں وہ لوگ جن کے اعمال کمزور ہیں لیکن ولایت نصیب نہیں ہے وہ دن بدن پہلے سے زیادہ گندی اور ابتر حالت کی طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس نکتے کا عرفان حاصل کرکے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم کے صحابہ نے اپنی گہری چھان بین کی اور ہر ایک ان میں سے خوفزدہ رہنے لگا کہ ہمارے نفاق کی کیا حالت ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت حنظلہؓ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں تو منافق ہو گیا ہوں اور اپنے متعلق سخت خوف کا اظہار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیوں تمہیں خوف ہے کہ تم منافق ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم کے پاس ہوتا ہوں تو میرے دل کی اور کیفیت ہوتی ہے اور جب میں اُن سے الگ ہوتا ہوں تو میرے دل کی کیفیت اور ہو جاتی ہے۔ اور میں کمزوریوں میں مبتلا ہو جاتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔

اب دیکھیں کہ صدیقیت سے بالا مقام نبوت سے نیچے اور کوئی نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب دینا دراصل نفاق کی نہیں بلکہ صدیقیت کی نشانی ہے۔ آپ اس مضمون کو خوب اچھی طرح سمجھئے کہ ہر مؤمن میں دو قسم کی حالتیں جاری و ساری رہتی ہیں اور دونوں کے درمیان ایک مستقل جدوجہد اور لڑائی رہتی ہے۔ کبھی روشنی نمایاں ہو جاتی ہے، کبھی اس روشنی میں سائے پڑنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ شخص منافق ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی مدد اور خدا تعالیٰ کی ولایت کے ساتھ ایسا شخص جب اِن باتوں کا عرفان پا لیتا ہے تو مسلسل اس کی حرکت اندھیروں سے روشنی کی طرف ہوتی چلی جاتی ہے۔ اور یہاں اندھیروں سے مراد کفر نہیں ہے بلکہ ایمان لانے والوں پر کفر کے معنوں میں اندھیرے کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

پس مؤمن کفر کے اندھیروں میں نہیں ہوتے۔ مراد یہ ہے کہ خدا کا نور چونکہ لامتناہی ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف حرکت دراصل اندھیروں سے نور کی طرف حرکت کا نام ہے اور ہر اگلے قدم پر نور کو ایک نئی جلا نصیب ہوتی ہے اور اس کے مقابل پر پچھلی حالت اندھیرے دکھائی دینے لگتی ہے اور وہ لوگ جو خدا کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ہزارہا بلکہ لاکھوں خدا کرے کہ کروڑوں ہی ایسے ہوں۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ مضمون ہر انسان کی ذات پر صادق آتا ہے۔ جوں جوں وہ ایمان اور تقویٰ میں ترقی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خاص نصرت سے اپنی حالت سدھارتا

چلا جاتا ہے۔ جب وہ پچھلی حالت کی طرف دیکھتا ہے تو یوں محسوس کرتا ہے کہ گویا اُسے اندھیروں سے روشنی نصیب ہوئی ہے۔ اندھیری رات میں سائے دار جگہ سے اگر آپ چاندنی کی طرف باہر نکل آئیں تو آپ کو یوں محسوس ہوگا کہ آپ کو ہر قسم کی روشنی میسر آگئی اور اس سے بڑھ کر اور روشنی کیا ہوگی مگر وہ چاندنی رات جب صبح کی طرف منتقل ہوتی ہے اور پو پھوٹتی ہے تو انسان سمجھتا ہے کہ اس چاندنی کی تو کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اب روشنی نصیب ہوئی ہے اور جب سورج طلوع ہوتا ہے تو ابتداء میں انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا روشنی ہوگی لیکن جب وہ نصف النہار تک پہنچتا ہے تو روشنی کی کیفیت اور ہو جایا کرتی ہے۔ سورج کا نور تو محدود ہے۔ اس کے باوجود نسبتی لحاظ سے اندھیروں سے روشنی کی طرف آنے کا ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں۔

خدا کا نور تو لامحدود ہے

اسی لئے وہاں اندھیروں سے روشنی کا سفر ایک جاری و ساری سفر ہے اور ہر ایمان لانے والے کو اس معاملے میں خدا تعالیٰ سے ملتجی رہنا چاہیئے' بلکہ دُعا کرتے رہنا چاہیئے کہ اے خدا ہم ایمان لے آئے ہیں۔ پس اب ہمیں اپنے وعدے کے مطابق اندھیروں سے روشنی میں منتقل فرما اور یہی وہ تلقین ہے جو دوسرے لفظوں میں لیکن اسی مضمون پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے خدا تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ہمیں یہ دُعا سکھاتا ہے کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا۔ اے ہمارے ربّ! ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار کو سُنا۔ ایک صدا دینے والے کی صدا کو سُنا اور وہ یہ اعلان کر رہا تھا کہ اپنے ربّ پر ایمان لے آؤ۔ فَاٰمَنَّا۔ پس ہم ایمان لے آئے لیکن یہاں ہمارا سفر ختم نہیں ہوتا۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا۔ پس اے ہمارے ربّ! اب ہمارے گذشتہ گناہوں کو بخش دے۔ وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا۔ اور ہماری برائیاں دور کرنی شروع کردے پس ایمان لاتے ہی بُرائیاں دور نہیں ہُوا کرتیں بلکہ ایمان لانے کے بعد انسان کو یہ سعادت نصیب ہو جاتی ہے کہ خدا کی مدد سے اس کی بُرائیاں دور ہونا شروع ہو جاتی ہیں، اگر وہ خدا سے مدد مانگتا رہے اور باشعور طور پر خود اپنے نفس کی نگرانی کرے۔

چنانچہ فرمایا: فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ اور مومن کا یہ سفر موت تک جاری رہتا ہے۔ فرمایا: ہمیں اس حالت میں وفات دینا کہ تیرے نزدیک ہم ابرار میں شامل ہو چکے ہوں۔ پس ہر مُومن کا اندھیروں سے روشنی کی طرف سفر موت تک جاری رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ دُعا سکھائی۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ (سورہ ال عمران: آیات ۱۹۴-۱۹۵)

کہ اے ہمارے ربّ! ہم تجھ سے اب یہ التجا کرتے ہیں کہ ہمارے حق میں وہ سارے وعدے پورے فرمادے جو تُو نے گذشتہ رسولوں کو ہمارے متعلق عطا فرمائے تھے اور قیامت کے دن ہمیں رسوا اور ذلیل نہ کرنا اور ہم جانتے ہیں کہ تُو سچے وعدوں والا ہے اور کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ان دونوں مضامین کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ فتح سے پہلے یعنی

بیرونی فتح سے پہلے نفس پہ فتح حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔

اسی لئے خدا تعالیٰ نے اِن دُعاؤں کو اِس ترتیب میں رکھا ۔ پہلے نفس پر فتح کی دُعا سکھائی۔ ہم ایمان لے آئے۔ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ گذشتہ گناہوں سے بخشش فرما اور آئندہ مسلسل ہماری اصلاح فرماتا رہ اور ہماری بدیاں دُور کرتا رہ یہاں تک کہ ہم تیری نظر میں ابرار میں شامل ہوچکے ہوں اور اس حالت میں ہمیں موت دینا۔ جب یہ دُعا مکمل طور پر مُومن کے حق میں سنی جاتی ہے' جب وہ اپنے نفس پر کامل طور پر فتح یاب ہو جاتا ہے تو پھر وہ یہ حق رکھتا ہے کہ خدا سے اُن وعدوں کے پورا کرنے کی دُعا کرے جو مومنوں کی فتح کے وعدے گذشتہ انبیاء کو عطا کئے گئے تھے۔ اور بغیر پہلی دُعا کی قبولیت کے دوسری دُعا کی قبولیت ممکن نہیں ہے اور اگر پہلی دُعا کی قبولیت کے بغیر دوسری دُعا قبول ہو جائے تو دُنیا کے لئے بھلائی کا موجب نہیں بلکہ سخت نقصان کا موجب ہوگی۔ کیونکہ وہ لوگ جو ایمان کے باوجود اپنی بدیاں ترک نہیں کر سکتے وہ اگر دُنیا کے سردار بنا دیئے جائیں تو تمام دُنیا کے لئے اس میں خوشخبری نہیں بلکہ ہلاکت کا پیغام ہے۔ پس دیکھیئے قرآن کریم نے کس فصاحت و بلاغت کے ساتھ اور کس گہری حکمت کے ساتھ ایسی دُعائیں ہمیں سکھائیں جن دُعاؤں میں یہ مضمون نہایت ربط کے ساتھ اور اپنے مرتبہ اور مقام کے مطابق آگے بڑھتا ہے اور ہمیں یہ سبق دے دیا گیا کہ اگر تم نے اپنے اعمال کی اصلاح نہ کی تو خدا سے اُن وعدوں کی طلب نہ کرنا جو وعدے تمہارے حق میں پہلے انبیاء کو دیئے گئے ہیں۔ پھر یہ دُعا سکھائی کہ اے خدا! قیامت کے دن ہمیں ذلیل و رسوا نہ کرنا۔

ایمان والوں کو ذلیل و رسوا کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے وہ پہلی آیت نے حل کر دیا۔ اگر ایمان کے بعد اخلاقی اور عملی حالت میں کوئی اصلاح پیدا نہ ہو تو پھر ایسے لوگوں کے حق میں دوسرے وعدے بھی پورے نہیں ہوتے اور ایسے لوگ قیامت کے دن رسوا اور ذلیل کئے جائیں گے لیکن خدا کے وعدے جھوٹے نہیں ہوں گے۔

یہاں ایک اور مضمون بھی کھول دیا گیا کہ خدا تعالیٰ نے فتح کے جو وعدے عطا فرمائے ہیں وہ سب مشروط وعدے ہیں۔ یہ وہ جماعت ہے یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم کی جماعت جس کے حق میں قرآن کریم کی اِن آیات کی روشنی میں ازل سے انبیاء کو بہت بڑی بڑی خوشخبریاں عطا کی گئیں اور یکے بعد دیگرے تمام انبیاء اُن آنے والے دنوں کی خوشخبریاں دیا کرتے تھے جب کہ خاتم الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم کل دُنیا اور نبیوں کے سردار کے طور پر ظاہر ہونے تھے۔ اور آپ نے متقیوں کی ایک جماعت پیدا کرنی تھی۔ اتنے قطعی وعدوں کے باوجود خدا تعالیٰ نے یہ بات خوب کھول دی کہ یہ وعدے انہیں لوگوں کے حق میں پورے ہوں گے جو پہلے ایمان کے بعد اپنے اعمال میں نیک تبدیلیاں پیدا کرنی شروع کریں کیونکہ یہ وعدے ہمیشہ مشروط ہوا کرتے ہیں۔ اور اگر کوئی قوم یا کسی قوم کے بعض افراد ایسا نہ کر سکیں گے تو قیامت کے دن ذلت اور رسوائی سے بچ نہیں سکیں گے۔ اور خدا پر یہ شکوہ کرنے کا اُن کو کوئی حق نہیں ہوگا کہ تُو نے انبیاء کی زبان سے ہمیں یہ خوشخبریاں عطا کی تھیں۔ اس سے زیادہ پختہ وعدے اور کیا ہو سکتے ہیں لیکن پھر کیوں ہم ان وعدوں کے پورا ہونے سے محروم رکھے گئے۔ یہ شکوہ ایسے لوگوں کو کرنے کا کوئی حق نہیں جو ایمان کے بعد اپنی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ پس جماعت احمدیہ کو چونکہ اب دُنیا میں عظیم غلبے عطا ہونے والے ہیں۔ اور جماعت احمدیہ کے حق میں گذشتہ انبیاء کے وعدے پورے ہونے کے دن قریب آرہے ہیں۔ کیونکہ جماعت احمدیہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی الٰہ وسلم ہی کی جماعت ہے اور جو وعدے آپ کے اوّلین سے کئے گئے تھے وہی وعدے آپ کے آخرین کے حق میں بھی لازماً پورے ہونے ہیں۔ اس پہلو سے لازم ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف پہلے سے بڑھ کر متوجہ ہوں۔

اِس مضمون کا خیال کل مجھے ملاقاتوں کے دوران آیا اور جب میں نے پھر کر پاکستان سے آنے والے مہمانوں کا جائزہ لیا تو اس وقت مجھے اس طرف توجہ ہوئی کہ اس مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر

اس اہم جمعہ کے موقعہ پر جب کہ تمام دُنیا سے خدا تعالےٰ کے فضل کے ساتھ اسلام کے شیدائی یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اُن کو یہ بات سمجھا دوں کہ محض احمدی ہونا کافی نہیں ہے۔

محض ایمان لانا کافی نہیں ہے

ایمان اگر سچا ہے تو خدا آپ کا ضرور ولی بنے گا اور اگر خدا ولی بن جائے تو آپ کی ہر آنے والی حالت پہلی حالت سے بہتر ہونی شروع ہو جانی چاہیئے۔ اگر آنے والی حالت آپ کی بہتر نہ ہو اور اعلیٰ حالت سے ادنیٰ کی طرف حرکت کر رہے ہیں تو یاد رکھیں کہ منافقت کی یہ کیفیت قابلِ مؤاخذہ ہے اور اس قسم کے منافق وہ لوگ ہیں جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ بالآخر ان کا بد انجام ہوگا اور وہ کافرانہ حالتوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (ترجمے کے متعلق شاید شکایت آرہی ہے' آوازیں اُٹھ رہی ہیں کہ شاید انگریزی کا ترجمہ صحیح نہیں ہو رہا یا آواز نہیں جارہی۔ چیک کرلیں)

اس ضمن میں ایک اور بھی فکر مجھے پیدا ہوئی۔ پاکستان سے اس سال جو مخلصین تشریف لائے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی بھاری اکثریت محض للہ اس سفر کی صعوبت اور سفر کے ایسے اخراجات برداشت کر کے آئی ہے جن کے وہ بظاہر متحمل نہیں تھے اور محض للہ اس جلسے میں شرکت کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں تاکہ وہ اپنی دیر کی دیرینہ کئی سال کی پیاس بجھا سکیں۔ لیکن ان کے ساتھ کچھ ایسے لوگ بھی آگئے ہیں جو اعمال کے لحاظ سے اپنے مقام پر بھی اپنے اپنے دیہات میں بھی کمزور تھے اور عدم تربیت یافتہ تھے۔ بعض ایسے اضلاع ہیں یعنی پاکستان میں پنجاب کے خصوصیت کے ساتھ بعض ایسے اضلاع ہیں جہاں تربیت کی کمی محسوس ہوتی ہے اور وہ دیہات جہاں ظاہری طور پر بھی جہالت ہے یعنی علم کی کمی ہے وہاں تربیت کی کمی اور علم کی کمی نے مل کر وہی کیفیت پیدا کر دی ہے جیسے کہتے ہیں

کریلا اور نیم چڑھا۔

کریلا ہوتا تو کڑوا ہی ہے لیکن اگر نیم کے درخت پر جو خود بہت کڑوا ہے کریلے کی بیل چڑھا دی جائے تو اس کریلے کی تلخی عام کریلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ پس ایسے بعض احمدیوں کا یہاں آنا خواہ وہ مرد ہوں یا خواتین ہوں جن کی تربیت میں کمزوریاں رہ گئی ہیں' باہر سے دوسرے آنے والوں کے لئے بھی خطرات پیدا کر سکتا ہے۔ یہاں آنے والے مختلف قسم کے ہیں۔ کچھ ایسے احباب ہیں جو یورپ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ امریکہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ افریقہ سے کچھ مشرقِ بعید سے' مختلف ممالک سے ہجوم در ہجوم یا اکا دکا جیسی جیسی کیفیت ہو لوگ یہاں اللہ کی محبت میں چلے آئے ہیں وہ اپنے بھائیوں سے کچھ توقعات بھی لے کے آئے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ اجتماع محض للہ ہے اور محض دین کی خاطر منعقد کیا جارہا ہے اور وہ چونکہ یقین رکھتے ہیں کہ سب دور دور سے آنے والے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوں گے اس لئے اگر وہ ان میں سے بعض کی ایسی کمزوریاں دیکھیں جو مومنوں کو زیب نہیں دیتیں تو یہ یقیناً ایسے لوگوں میں سے کم فہم لوگوں کے لئے ٹھوکر کا موجب بن سکتا ہے۔ کم فہم کا لفظ میں نے اس لئے استعمال کیا کہ مؤمن کے لئے کوئی ٹھوکر نہیں۔

وہ مؤمن جو صاحب فراست ہے'

وہ مؤمن جو حقیقت میں کامل روشنی اور کامل نور کے ساتھ خدا پر ایمان لاتا ہے اس کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ لَا انْفِصَامَ لَهَا۔ اس کا تعلق خدا تعالےٰ سے ایسا مضبوط ہو چکا ہوتا ہے۔ کہ وہ کڑا جس پر اس نے ہاتھ ڈالا یعنی ایمان کا کڑا اور تعلق باللہ کا کڑا، نہ وہ کڑا ٹوٹ سکتا ہے نہ اس کا ہاتھ چھٹ سکتا ہے۔ پس ایسے اعلیٰ صاحب عرفان لوگ جو نسبتاً کم ہوتے ہیں اُن کے لئے تو کسی ٹھوکر کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا مگر بہت سے لوگ ان کے مقابل پر ادنیٰ حالتوں پر ہوتے ہیں اور ابھی ان کا بدیوں سے نیکیوں کی طرف سفر اور اندھیروں سے نور کی طرف سفر اتنا آگے نہیں بڑھا ہوتا کہ وہ مقام محفوظ تک پہنچ چکے ہوں۔ ایسے لوگ بعض اوقات ٹھوکر کھا جاتے ہیں۔ پس وہ لوگ جو اپنی کمزوریاں لے کر باہر نکلتے ہیں اور نئے مؤمنین سے ان کے واسطے پڑتے ہیں بعض دفعہ ان کے لئے بہت بڑے ابتلاء کا موجب بن جاتے ہیں اور یہ ابتلاء کئی قسم سے پیش آتے ہیں۔ مثلاً اذان دی جارہی ہے' نماز کا وقت قریب آرہا ہے۔ دور دور سے مختلف رنگوں اور نسلوں اور قوموں اور زبانیں بولنے والے لوگ نماز کے لئے کوشاں ہو رہے ہیں۔ کوئی وضو کے لئے لپک رہا ہے۔ کوئی دیسے فارغ ہو کر مسجد کی طرف دوڑا چلا جارہا ہے اور دیکھتا ہے کہ کچھ لوگ جو پاکستان سے آئے ہوئے ہیں

وہ اپنی گپّوں میں معروف ہیں۔

ان کو کوئی پرواہ نہیں کہ خدا کے نام پر ان کو مسجد کی طرف بلایا جا رہا ہے۔ اب وہ ان کی حالت پر سرسری نظر بھی ڈالیں تو وہ سرسری نظر دل پر گہرا اثر ڈال جاتی ہے اور بعض دلوں پر زخم لگا جاتی ہے اور وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ یہ کیسے لوگ ہیں۔ ہم تو ان کے ذکروں میں گنگناتے رہے۔ ہم تو ان کے لئے دُنیا میں شور مچاتے رہے کہ ہمارے مومن بھائیوں کا خیال کرو' وہ خدا کی خاطر خدا کے نام پر اس طرح تکلیف دیئے جارہے ہیں اور ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ عبادت سے ہی غافل ہیں۔ یہ واقعات عملاً ہوتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ سال کی بات ہے' ایک یورپین مخلص احمدی نے مجھے اسی قسم کا ایک خط لکھا۔ اس نے لکھا کہ مَیں تو تہجد کے لئے بھی اُٹھتا تھا اور اپنے بھائیوں کو جگاتا بھی تھا لیکن میرے دل پر بڑا زخم لگ گیا ہے کہ بہت سے پاکستانی جو اسی بیرک میں قیام پذیر تھے جس بیرک میں مَیں ٹھہرا ہوا تھا وہ میرے اُٹھانے پر اُٹھنا تو درکنار بُرا مناتے تھے اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے تھے۔ پس

یورپ کا ایک نیا مخلص احمدی

جس نے عیسائیت ترک کی اور اسلام کو قبول کیا' اس کا تو یہ نمونہ تھا اور اس کے مقابل پر جن لوگوں کے متعلق وہ سمجھتا تھا کہ ایمان میں ہم سے بہت آگے ہوں گے اُن کا یہ نمونہ تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے فکر کا اظہار کیا۔ (مجھے یاد آگیا' یہ خط براہِ راست مجھے نہیں لکھا بلکہ مربی سے انہوں نے ان باتوں کا اظہار کیا اور انہوں نے پھر مجھے یہ ساری تفصیل لکھی) بہرحال بات وہی ہے یعنی عملاً واقعہ ایسا ہی ہوا ہے جیسے کہ مَیں نے بیان کیا ہے۔ چونکہ مَیں جانتا تھا کہ وہ مخلص اور نیک ہیں اس لئے اُن کے لئے خصوصیت سے دُعا بھی کی اور اُن کو سمجھانے کا خط بھی لکھا چنانچہ اللہ تعالےٰ کے فضل کے ساتھ اس ابتلاء سے وہ ثابت قدم باہر نکل آئے اور کسی قسم کی لغزش نہیں کھائی لیکن اوّل تو ہر شخص ایک مقام پر نہیں ہوتا اور دوسرے ہر شخص کی بات مجھ تک پہنچتی بھی نہیں اور ہر شخص اپنے وساوس کا اظہار دوسرے سے کرتا بھی نہیں۔ اس لئے بعض خاموش تماشائی ایسے بھی ہوتے ہیں جو اثرات لے کر واپس لوٹ جاتے ہیں اور کسی دوسرے کو صفائی کا موقعہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں کے متعلق ہم کیسے فکر کر سکیں گے۔ اس لئے پاکستان سے آنے والے احمدیوں کو خصوصیت کیساتھ میں نصیحت کرتا ہوں کہ

کہ اپنے نفاق کی حالت پر نگاہ کریں۔ اگر تو آپ کے نفاق کی حالت وہی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ وہ ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے آئیگا تو پھر مجھے آپ کے بارہ میں کوئی فکر نہیں ہے۔ لیکن اگر خدا کی ولایت سے خالی ہیں۔ اگر آپ کی بدیاں بچپن سے آپ میں راسخ ہو چکی ہیں اور وقت کے ساتھ بڑھ رہی ہیں اور کم نہیں ہو رہیں یا بدیوں کا احساس نہیں رہا۔ وہ شعور نہیں رہا جو شعور انسان کو اپنے اندر رونے سے آگاہ کرتا رہتا ہے تو پھر آپ کی حالت سخت خطرے کی حالت ہے اور یہ حالت تو وہاں بھی خطرے کی تھی اور یہاں بھی خطرے کی ہے لیکن خدا کے لئے اس حالت کو دوسروں کے لئے تو خطرے کا موجب نہ بنائیں۔ خدا کا خوف کریں اور اپنے اعمال کی اس طرح نگرانی کریں کہ اگر کچھ کمزوریاں ہیں تو کم سے کم آپ کی ذات تک رہیں جب تک خدا آپ کو ان سے نجات نہیں بخشتا اور دوسروں کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بنیں۔

جہاں تک اس قسم کے نفاق کا تعلق ہے یہ نفاق بُرا نفاق نہیں بلکہ اچھا نفاق ہے۔ ایک انسان بعض دفعہ نفاق کا اظہار کرتا ہے اپنے متعلق غلط تاثر پیدا کرنے کے لئے، اس وجہ سے کہ انسان اس کو متقی سمجھیں، نیک سمجھیں اس کی عزت کریں اور اس طرح اسکو سوسائٹی سے کچھ فوائد پہنچ جائیں۔ یہ نفاق لازماً بُرا نفاق ہے۔ لیکن ایک انسان کوشش کر کے محض اس لئے اپنے پردے ڈھانپتا ہے کہ لوگوں کے لئے تکلیف کا موجب نہ ہو اور جو نسبتاً بہتر ایمان والے لوگ ہیں اُن کے لئے ٹھوکر کا موجب نہ بنے تو یقیناً یہ نفاق بُرا نفاق نہیں ہے کیونکہ یہ خدا کی خاطر ہے اور اچھی نیت کیساتھ کیا جا رہا ہے۔ ان باتوں پر غور کرتے ہوئے آپ یہ معلوم کر کے حیران ہوں گے اس قسم کے نفاق مومنوں کی سوسائٹی میں تو ملتے ہیں کفار کی سوسائٹی میں نہیں ملتے۔ کفار کی سوسائٹی کھلی کھلی ہوتی ہے۔ ان کی بدیاں باہر نکل آتی ہیں اور ساری دنیا کو دکھائی دے رہی ہوتی ہیں اور بعض نافہم یہ سمجھتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ سچے ہیں اور کم سے کم منافق تو نہیں۔ جو کچھ ہے وہ سب کچھ انہوں نے باہر کر دیا لیکن وہ یہ بات نہیں سوچتے کہ اُن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ شیطانوں کے دوست بن چکے ہوتے ہیں اور شیطان مسلسل ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف نکالتا چلا جاتا ہے۔ ایسے لوگ بظاہر نفاق کی بدی سے تو پاک ہوتے ہیں لیکن اس بدی سے پاک ہونے کا نام کفر ہے یعنی اپنی بدیوں پر دلیر ہو چکے ہوتے ہیں۔ اپنی بدیوں سے حیاء مٹ چکی ہوتی ہے۔ کسی قسم کی شرم باقی نہیں رہتی۔ اس لئے نفاق کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اس وجہ سے کہ بدیوں کی حیاء نہیں رہی لازماً یہ سوسائٹیاں بد سے بدتر حال کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ پس وہ تمام سوسائٹیاں جن میں آپ کو یہ نشانی دکھائی دے کہ وہاں بدی کی حیاء مٹ گئی ہے اور حیاء مٹ جانے کی وجہ سے وہ سوسائٹی دن بدن مزید بدی اختیار کرتی چلی جاتی ہے۔ ایسی سوسائٹی کا قدم ہمیشہ اعلیٰ حالتوں سے ادنیٰ حالتوں کی طرف جا رہا ہوتا ہے اور کوئی ان کو روکنے والا نہیں ہے۔ لیکن مومنوں کی حالت میں جو نفاق پایا جاتا ہے وہ اور وجہ سے ہے۔ وہاں مومنوں کا ایک بڑا طبقہ بدیوں کے باوجود بدیوں کی حیاء رکھتا ہے اور اپنے دل میں گھلتا رہتا ہے اور کڑھتا رہتا ہے اور استغفار کرتا رہتا ہے اور خدا سے بھی شرماتا ہے اور بندوں سے بھی شرماتا ہے۔ اس مضمون کو قرآن کریم نے حضرت آدمؑ کے واقعہ کی شکل میں ہمیں کھول کر دکھایا۔ فرمایا جب آدمؑ سے غلطی ہوئی اور اسے اپنی غلطی کا شعور ہوا تو وہ بھولا انسان خدا سے چھپنے لگا اور جنت کے پتے اپنی کمزوریوں پر ڈھانپنے لگا۔ تاکہ وہ خدا کی نظر سے پیچھے ہٹ جائے۔ خدا کی نظر سے تو کوئی ہٹ نہیں سکتا۔ خدا کی نظر سے تو کوئی چھپ نہیں سکتا لیکن یہ آدمؑ کی حیاء تھی جو ظاہر کی گئی ہے اور یہی حیاء تھی جو اُس کی بخشش کا موجب بنی۔ پس یہ ریاء نہیں ہے۔ یہ حیاء ہے۔ اور

حیاء اور ریاء میں یہی فرق ہے۔

حیاء تو اس سے بھی چھپنے پر آمادہ کرتی ہے جس سے کوئی چھپ نہیں سکتا۔ یہ ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے۔

پس مومن کی سوسائٹی اگر بعض بدیاں بھی رکھتی ہے تو حیاء کے ذریعے وہ پتوں سے اپنے تن، اپنی کمزوریاں ڈھانپنے کی کوشش کرتی رہتی ہے اور اس کے نتیجے میں نقصان نہیں بلکہ فائدہ پہنچتا ہے۔ دیکھنے والوں کے لئے ٹھوکر نہیں ہوتی اور اپنے لئے وہ حیاء اکسیر کا کام کرتی چلی جاتی ہے اور دن بدن انسان اپنی بدیوں سے خود شرماتا رہتا ہے۔ پس وہ لوگ جو سلوک کی راہوں پر چلنے سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ بسا اوقات جب بدیاں اُن سے نہیں چھٹتیں تو وہ کیسے کیسے اپنے نفس سے شرمندہ رہتے ہیں۔ حیاء اور ریاء میں یہی فرق ہے۔ ریاء کار کی بدیاں اگر دوسرے کو معلوم نہ ہوں تو اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی اور اس کو کوئی شرم نہیں آتی اس کو صرف اس وقت شرم آتی ہے جب اس کی بدیاں پکڑی جائیں اور غیر انکو دیکھ لیں۔ وہ مومن جو ریاء نہیں کرتا بلکہ حیاء کرتا ہے اس کو جب کوئی بھی دیکھ نہیں رہا ہوتا تب بھی وہ شرما رہا ہوتا ہے۔ اور اپنی ذات سے شرما رہا ہوتا ہے۔ اپنے خدا سے شرما رہا ہوتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طرح چھپاؤں۔ اسی کا نام استغفار ہے۔ کیونکہ استغفار کا مطلب ہے اپنے آپ کو ڈھانپنا۔ جیسے بعض دفعہ جو روشنی برداشت نہیں کر سکتے وہ زمین کو کریدتے ہوئے زمین میں چھپ جاتے ہیں۔ اپنے اوپر مٹی ڈال لیتے ہیں۔ پس ایسے ہی مومن جو خدا کے نور سے اس لئے شرماتے ہیں کہ وہ بد ہیں اور اُن کے اندر کمزوریاں ہیں وہ اپنے اوپر استغفار کے پردے ڈالتے ہیں اور یہی استغفار ہے جو قبولیت کی اہلیت رکھتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کو سچی توبہ نصیب ہوتی ہے۔ پس ہمیں ان معنوں میں اپنی بدیوں کو ڈھانپنا چاہیئے کہ ہمارا ڈھانپنے کا مقصد ریاء کاری نہ ہو بلکہ حیاء ہو اور اس حیاء کے نتیجے میں سچی استغفار پیدا ہو اور استغفار کے نتیجے میں مسلسل کوشش بھی کریں اور دعائیں بھی کریں۔ پس وہ لوگ جو خصوصیت کے ساتھ اس جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں اپنے اپنے ملک میں ان کی جو بھی حالت تھی یہاں وہ نسبتاً زیادہ احتیاط کریں کہ یہاں حیاء میں کمی دوسروں کے لئے اُن کے ایمان کی ٹھوکر کا موجب بھی بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ توفیق عطا فرمائے کہ مومن سے جو اعلیٰ تقاضے قرآن کریم رکھتا ہے یعنی خدا نے قرآن کریم کی زبان میں ہمارے سامنے رکھے ہیں ہم اُن تقاضوں کو کامل انکسار کے ساتھ پورا کرنے والے ہوں۔ اور دن بدن ہماری حالت اندھیروں سے نور کی طرف نکلنے والوں کی حالت ہو اور ہر آنے والا دن ہم پہلے کے مقابل پر زیادہ روشنیوں میں بسر کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق

ضروری اعلان برائے روزگار

باوثوق ذرائع سے یہ اطلاع ملی ہے کہ سنگاپور کی سرکار نے حال ہی میں ایک ہزار بھارتی ہنرمندوں کو اپنے ملک میں روزگار فراہم کرنے پر رضامندی ظاہر کی ہے۔ تنخواہ ۱۵ ہزار سنگاپوری ڈالر ماہانہ سے شروع ہوگی اور چھ ماہ کے بعد مستقل قیام کی اجازت بھی دی جا سکے گی۔ اس بارہ میں سنگاپور کی ایمبیسی نئی دہلی سے مطلوبہ معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اسی طرح امریکہ کی گورنمنٹ نے سال میں ایک لاکھ افراد کے لئے روزگار کے مواقع نکالے ہیں۔ اسکی تفصیل امریکن ایمبیسی نئی دہلی سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

خواہشمند احمدی احباب فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (ناظر امور عامہ قادیان)

بدر کے متعلق

۱۔ قارئین کرام مطلع رہیں کہ "بدر" کی ۲۰ و ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت جلسہ سالانہ نمبر ہوگی جو دوست جلسہ سالانہ پر تشریف لائیں دفتر "بدر" سے اپنا اپنا پرچہ حاصل کریں۔

۲۔ ۳ر اور ۱۰ر جنوری ۱۹۹۱ء کا بدر بھی ایک اشاعت کی صورت میں ۱۰ر جنوری کو انشاء اللہ پوسٹ ہوگا۔ اطلاعاً عرض خدمت ہے۔ (ایڈیٹر)

اذکروا موتاکم بالخیر (الحدیث)

محترم مولوی سید احمد اللہ صاحب مرحوم کا ذکر خیر

از مکرم سید حمید اللہ صاحب صوفن نامن شوپیان کشمیر

اللہ تعالےٰ کی یاد میں محو ہو کر۔ "سبحان اللہ" اور دیگر پاکیزہ کلمات کا ورد کرتے ہوئے آخر ہمارے والد بزرگوار محترم سید مولوی احمد اللہ صاحب فاضل اس دار فانی سے ۱۶ ستمبر ۱۹۹۰ء بوقت شام چار بجے اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

محترم والد صاحب کی ولادت اپنے آبائی گاؤں "صوفن نامن" میں ہوئی۔ ان کا سال ولادت ۱۹۱۲ء تھا۔ صوفن نامن (کشمیر) ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جو سرینگر شوپیان شاہراہ سے اڑتالیسویں کلو میٹر پر واقع ہے۔ آباؤ اجداد کا گزارہ زیادہ تر پیری مریدی پر ہی تھا ان کے والد ماجد مانے ہوئے ایک پیر بزرگ تھے۔ مریدوں کا کافی وسیع حلقہ تھا۔ کشمیر سے لیکر متحدہ ہندوستان کے وسیع شہروں میں خاص کر لاہور میں ان کے مرید تھے۔

ہمارے دادا جان مرحوم کی موت کسی مرید کے گھر میں ہوئی۔ وہ آزاد کشمیر کے کسی گاؤں میں دفن ہیں دادا جان نے کافی تعلیم حاصل کی تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ہماری ہمسائیگت میں ایک بزرگ جلال الدین شاہ صاحب رہتے ہیں۔ ان کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ مرحوم و مغفور چودہ زبانیں جانتے تھے۔ شاید زبانوں کا واسطہ علم سے ہوتا تھا۔ ان کا کافی اثر و رسوخ تھا۔ اپنے مریدوں کا خاص خیال رکھتے تھے۔ آزاد کشمیر میں جہاں ان کی وفات ہوئی وہاں ان کی ایک خانقاہ بنی ہوئی ہے۔ جہاں کافی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ اس بزرگ موصوف نے وہ آستانہ بھی دیکھ لیا ہے

غرض ہمارے والد صاحب کی پیدائش ایسے گھرانے میں ہوئی۔ جو علم سے مالا مال تھا۔ مگر شومئی قسمت کہ پیدائش کے چند سال بعد ہی یتیم ہو گئے۔ والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بچپن کا زمانہ بہت ہی تکلیف میں گزارا۔ ایک طرف والد صاحب کی بچپن میں ہی وفات دوسری طرف اپنے آبائی گاؤں میں کوئی ایسا ہمدرد و غمگسار نہ تھا جو یتیم بچے کا سہارا بن جاتا۔ والدہ صاحبہ تھیں اور ایک بہن اور وہ بھی غیر شادی شدہ بھائی تھا لیکن چھوٹا۔ جس پر ہمیشہ ماحول کا ایسا اثر رہا۔ کہ اس کی سوچ اس کی ذاتی سمجھ تک ہی محدود رہی غرض یہ ایک یتیم قافلہ تھا۔ جو زندگی کی کشمکش میں لگا ہوا تھا محترم والد صاحب اس ماحول سے کبھی متأثر نہ ہوئے اور تعلیم اور تربیت کا شوق ان کے ذہن پر حاوی رہا۔ اور وہ ہارے نہیں۔ بلکہ اپنی خواہش کو پروان چڑھانے کے لئے اپنی جدو جہد کو عزم و استقلال سے جاری رکھا۔

اپنی بزرگ والدہ ماجدہ بہر حال ان کی پرورش کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مستقبل کیلئے متفکر ہو گئی۔ مرحومہ و مغفورہ حضرت حبیب اللہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہن تھیں۔ لہذا اپنے بیٹے کو اپنے بھائی کے پاس آسنور بھیج دیا اس طرح والد صاحب کو اپنی کم سنی میں ہی اپنا گھر بار اور اپنی پیاری ماں کو چھوڑنا پڑا۔ اپنے لخت جگر کو اس لئے بھیج دیا تاکہ وہ علم کے زیور سے آراستہ ہو سکے آسنور میں، والد صاحب کے ماموں زاد بھائی محترم محمد عبد اللہ صاحب لون تھے۔ جنہوں نے ۱۹۴۷ء میں جموں میں جام شہادت نوش کیا اللہ تعالےٰ ان سب کو اعلےٰ علیین میں جگہ دے آمین۔ دونوں بھائیوں کی پرورش اکٹھے ہوئی۔

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ماموں جان نے دونوں بھائیوں کو قادیان دارالامان تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجدیا۔ والد صاحب کی روانگی برائے حصول علم اس زمانے کی بات ہے۔ جب کہ وہ کافی چھوٹے تھے۔

اور کشمیر سے روانگی ایک بڑی مہم ہوا کرتی تھی۔ ایک آدمی جب گھر سے یعنی کشمیر سے باہر جانے کے لئے روانہ ہوتا تھا تو اس کے سبھی عزیز و اقارب ایک جگہ جمع ہوتے۔ روتے اور آنسو بہاتے ہوئے اس آدمی کو رخصت کر دیتے جیسے یہ اپنے گھر بار سے ہمیشہ کے لئے چلا گیا ہے۔ اور یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ جانے والا کبھی پھر واپس آ بھی سکتا ہے یا نہیں یوں سمجھ لیجئے اس سفر کو تقریباً آخری سفر سمجھا جاتا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کئی جگہوں سے قافلوں کے قافلے روانہ ہو جاتے تھے۔ اور آمد و رفت کا ذریعہ مغل روڈ تھا۔ یہ سڑک شوپیاں سے گزرتی ہوئی راجوری جاتی ہے اس سڑک پر کئی جگہوں پر بہت سی مغل یادگاریں ہیں۔ جن میں نوری چھمب وغیرہ قابل دید ہیں۔ اس جگہ پر ملکہ نور جہاں نے اپنی آرائش و زیبائش کے لئے ایک تعمیری نمونہ کھڑا کر دیا تھا۔ اب بھی اس کے آثار پوری طرح موجود ہیں۔

الغرض محترم والد صاحب کو اپنے ماموں جان مرحوم کے ذریعہ ایک تو اچھی پرورش ملی۔ اور دوسرا تعلیم کے لئے بھی دروازے کھل گئے۔ مدرسہ احمدیہ قادیان کے طالب علم رہے اور وہاں سے مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی لاہور سے پاس کیا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ ان کا ذہن اس تعلیم سے سرشار تھا اور وہ بذات خود ایک علم کا گہوارہ تھے۔

مولوی فاضل پاس کرنے کے بعد قادیان سے واپس آ گئے تو بحیثیت عربی مدرس متعین ہوئے کشمیر کے کئی ہائی سکولوں میں اور مظفر آباد میں سینکڑوں اور ہزاروں شاگردوں کو اپنے علم سے مالا مال کر دیا۔ طالب علموں کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔ اور وہ بھی والد صاحب مرحوم کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اور ان کی مدرسی پہ ناز تھا۔

گھر اور باہر غرض ہر جگہ دینی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ رات دن تبلیغی سرگرمیوں میں مگن رہتے۔ کبھی بازار میں کسی دکان پر بیٹھے تو قرآن و احادیث کا درس شروع کر دیتے کبھی کوئی راستے میں مل جاتا تو دینی باتوں کی طرف اسکی توجہ مبذول کر لیتے۔ یہی وجہ ہے کہ انکو "اصلاح بلڈنگ" سرینگر سے خاص وابستگی رہی اس وقت تک جب تک ان کی تقرری ریاست میں رہی۔ جماعت کے ہر جلسہ میں شریک ہوتے اور ہم سبوں کو بھی حاضری کی ترغیب دلاتے۔ خاکسار یا خاکسار کی ہمشیروں کے بچے جب بھی اصرار کرتے کہ کوئی کہانی سنائیں۔ تو یا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا قرآن شریف میں بیان کردہ دوسرے واقعات سناتے اور کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سوانح حیات بیان فرماتے۔

گاؤں میں ایک ہی گھر احمدی ہونے کی وجہ سے کافی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا۔ لیکن صبر سے کام لیتے کبھی وہ ہمسائے حملہ کرنے آتے۔ کبھی گالی گلوچ پر آتے۔ لیکن صبر کا جام کبھی لبریز نہ ہونے دیا۔ طرح طرح کی رکاوٹیں ڈالتے۔ یہاں تک کہ صحن میں جو ندی گزرتی ہے ہمسایوں نے اس کی دو شاخ بنائے تھے اس وجہ سے کہ ان کا کہنا تھا کہ احمدیوں کا جھوٹا پانی غیر احمدیوں پر حرام ہے۔ کبھی اپنے علماء سے شکایت کرتے اور دھمکیاں دلواتے ایک غیر احمدی رشتہ دار (والد صاحب کا پھوپھی زاد بھائی) کو اکسا کر عدالت میں مقدمہ بھی دائر کروا دیا اور سب نے مل کر عدالت میں جھوٹی شہادت دیکر مقدمہ میں ہمارے خلاف فیصلہ صادر کروایا اپیل سیشن کورٹ میں دائر کر دی وہاں بھی کافی عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا آخر کار سمجھوتہ ہو گیا اس طرح سالہا سال سے عدالتی تصادم کا بھی سامنا کرنا پڑا ہر طرح سے روکیں ڈالنے کے باوجود۔ اور کبھی لالچ بھی دیتے تھے کہ آپ کو ہم اپنا امام بنائیں گے وغیرہ لیکن والد صاحب کبھی بھی ان روکوں سے گھبرائے نہیں بلکہ مستقل مزاجی سے آگے بڑھتے رہے اور ہر موقعہ پہ فتح یاب ہوتے رہے یہ صرف اور صرف اللہ تعالےٰ کا فضل و کرم اور جماعت کے

ساتھ پختہ وابستگی کی وجہ سے ہی ہوا۔ کبھی اسکولوں میں غیر احمدی اساتذہ کے ساتھ بحث چھڑتی تو غیر مسلم اساتذہ والد صاحب کے علم کی داد دیتے۔ اور غیر احمدی اساتذہ شرمندہ ہو جاتے۔ نتیجتاً ایک طرف جہالت اور دوسری طرف دلائل ہوا کرتے تھے۔ جن کا ان کے پاس کوئی جواب نہ بن پڑتا۔ مخالفت کے باوجود تمام اساتذہ والد صاحب کی عزت کرتے۔ اسی لئے کہ بوجہ احمدی ہونے کے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خاص رتبہ عطا کیا تھا۔

محترم والد صاحب کو اپنے اُستادوں کا خاص احترام تھا۔ اُن میں سے خاکسار ذاتی طور پر حضرت مولوی عبد الرحمان صاحب جٹ مرحوم سابق ناظر اعلیٰ قادیان سے واقف ہے۔ ان کے متعلق والد صاحب بہت عزت اور احترام سے بات کرتے تھے۔ اور استاد بھی ایسے کہ جب میں قادیان کی مقدس بستی میں حاضر ہوا تو پیار و محبت سے اپنے شاگرد کا نام لے کر خیر و عافیت پوچھ لیتے۔ اُستاد اور شاگرد کا رشتہ کافی دیر تک خطوط سے بندھا رہا۔ مرکز کے ہر فرد کے ساتھ ان کا گہرا لگاؤ تھا۔ اور جب بھی وہاں سے کوئی مہمان آتا تو اپنے لئے باعث فخر سمجھ لیتے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خاندان کے ساتھ تو والہانہ عقیدت اور محبت تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اشعار ہر وقت گنگناتے رہتے تھے۔ تقریباً ساری دُرِّثمین زبانی یاد تھی۔ دُرِّثمین اُردو اور عربی اُن کے لئے ایک ایسا بیش بہا تحفہ تھیں کہ تعریف کرتے کرتے تھکتے نہ تھے۔ اسی طرح نثر کے ساتھ بھی خاص وابستگی تھی۔ چنانچہ بچوں کو نصیحت کرتے کہ اگر اُردو ادب میں کمال حاصل کرنا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاءِ کرام کی کُتب سے خاص لگاؤ رکھیں۔ اس طرح مذہب سے واقفیت بھی رہے گی۔ اور زبان بھی سیکھو گے۔ کیونکہ یہ سبھی کتابیں اُردو ادب کے بیش بہا خزانے ہیں ——!!

ہائی کلاسز میں اُردو پڑھاتے پڑھاتے جب اس غزل پر پہنچتے کہ ؎

ابنِ مریم ہُوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دَوا کرے کوئی

تو اس کی تشریح اس طرح فرماتے کہ غالب مرحوم نے بھی ابنِ مریم کی آمد کی خواہش کی تھی۔ کیونکہ امام مہدی کی آمد سے ہی دُکھوں کی دوا ہوسکتی ہے۔

مختصراً یہ کہ محترم والد صاحب مرحوم کی رگ رگ میں احمدیت رچی ہوئی تھی۔

کیوں نہ ہو، کیونکہ محترم والد صاحب کی صحبت بڑی ہی اولو العزم ہستیوں سے تھی۔ جن میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ ہیں ——!!

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے خاص دُعائیہ سرٹیفیکیٹ تحریک جدید کبھی ملا ہُوا ہے۔ تحریک جدید میں تا سالِ وفات حصہ لیتے رہے اور ہمیں کبھی اس کی ادائیگی کے متعلق تلقین کرتے رہے۔ یہی حال دوسرے چندوں کے معاملے میں بھی تھا۔

سنہ ۱۹۷۲ء میں محترم والد صاحب کو دمہ کا حملہ ہُوا۔ کافی شدید تھا لیکن خداوندِ کریم نے فضل فرمایا۔ شدت کم ہوئی۔ اور بقیہ سالوں کی سردیوں میں دُعاؤں اور احتیاط سے کام لے کر دوبارہ ایسی شدید تکلیف نہ ہوئی۔ شدید ترین سردیوں میں راتوں کو اُٹھتے اور تہجد کی نماز ادا کرتے۔ نفلی عبادتوں میں اُن کو خاص سرور حاصل ہوتا۔

ماہِ ذوالحج کے آخری عشرہ میں طبیعت کچھ بے چین ہونے لگی۔ اور گُردوں کی تکلیف سے غشی کی سی حالت طاری ہوگئی۔ تکلیف بڑھتی گئی اور آخر وہ دن آیا یعنی ۳۰ر ذوالحج بروز شنبہ جس دن وہ اس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

تجہیز و تدفین کا عمل شروع ہُوا تو گاؤں والوں نے مخالفت کا طوفان برپا کر دیا۔ تا محترم والد صاحب مرحوم کو اپنے آبائی قبرستان میں نہ دفنایا جائے۔ آپس میں صلاح کی اور یہی قرار پایا کہ ایک علیحدہ پلاٹ اپنی آبائی وراثت میں سے مخصوص کیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ اور اس طرح محترم والد صاحب کو دفنانے میں کوئی مشکل نہ آئی۔ ہمسائیگی میں بڑوں نے حصہ تو نہ لیا۔ لیکن ان کے بچوں نے مل کر ہماری مدد کی۔ سوائے جلال الدین صاحب کے جن کا ذکر اُوپر ہو چکا ہے، ساتھ ساتھ رہے اور ہمت دلاتے رہے۔ نمازِ جنازہ میں جو بھی غیر از جماعت حاضر تھا ان سب نے شمولیت کی۔ شامل ہونے والوں میں جماعت احمدیہ مانو و گاگرن کے احباب بھی تھے۔

جناب مرحوم سیفی صاحب جو اُن دنوں زندہ تھے، اللہ تعالیٰ انہیں بھی اعلیٰ علیین میں جگہ دے، جب تعزیت کے لئے تشریف لائے تو انہوں نے محترم والد صاحب مرحوم کی یوں تاریخ لکھ دی ؎

عاشقِ صادق کا جنازہ پڑھ
مرنے والے پہ زندہ باد پڑھ
تیس ذوالحج کو چھ ستمبر کو
یوم شنبہ وصال ان کا پڑھ
نیک مغفور سالِ ہجرت۔ اور
نورِ باغِ بہشت زیبا۔ پڑھ

۱۴۰۶

۱۹۸۶

دوست میرا شریف احمد اللہ
مولوی چل بسا زِ دُنیا پڑھ
ہے سفر آخری سبھی کو یقیں!
بہر مرحوم سیفی اِنّا پڑھ

افسوس کہ چند ماہ بعد ہی محترم سیفی صاحب بھی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

ریزولیوشن بر وفات مکرم و محترم غلام احمد صاحب چغتائی

مکرم و محترم غلام احمد صاحب چغتائی کی وفات پر احباب جماعت یُو۔کے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ مرحوم کو اپنی رضا کی جنتوں میں داخل فرمائے۔ اور مرحوم کے اہل و عیال کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ اور دین و دنیا میں ہمیشہ ان کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

مکرم و محترم چغتائی صاحب جماعت کے ایک نہایت مخلص اور قربانی کرنے والے دوست تھے۔ جب سے وہ برطانیہ میں آئے ہمیشہ جماعت سے مضبوط تعلق رکھا۔ اور جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ جب مجلس خدام الاحمدیہ کے ممبر تھے تو لندن مجلس کی عاملہ کے ممبر رہے۔ پھر جماعت لندن کی عاملہ کے بھی ممبر رہے۔ جب حضور اقدس لندن تشریف لائے اس وقت سے آخر دم تک ان کو خاص طور پہ لندن مشن میں ٹیلی فون کی ڈیوٹی پر نہایت مستعدی اور ذمہ داری سے خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ چند سال پہلے ان پر دل کا حملہ ہُوا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو معجزانہ شفا عطا فرمائی اور بعد میں گو اُن کی صحت اچھی نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اپنی ڈیوٹی نہایت باقاعدگی اور بشاشت سے ادا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کا احسن اجر عطا فرمائے اور درجات کی بلندی فرمائے۔ آمین۔

مرحوم نے اپنے پیچھے اپنی اہلیہ اور چار بچے چھوڑے ہیں۔ بڑی بیٹی کی شادی ہوچکی ہے۔ داماد ان کے خاوند انگریز احمدی جماعت ہارٹلے پول (HARTLE POOL) کے مستعد ممبر ہیں۔ ہم اس موقعہ پر جملہ پسماندگان سے دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دُعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کا حافظ و ناصر ہو اور ان سب کو مرحوم کی نیکیوں کا وارث کرے۔ اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ممبران جماعت احمدیہ یُو۔کے۔

جلسہ سالانہ میں شمولیت کرنیوالے احباب کے لئے ضروری ہدایات

جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ جلسہ سالانہ قادیان ۲۶-۲۷-۲۸ر دسمبر ۱۹۹۰ء کو منعقد ہوگا۔ لہذا ایسے جملہ افرادِ جماعت جو اس جلسہ میں شمولیت کا ارادہ رکھتے ہوں ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ مندرجہ ذیل ہدایات پر عمل کریں:—

۱۔ اپنی جماعت کے امیر / صدر سے اپنا اجازت نامہ اپنے ہمراہ لائیں۔ جو قادیان پہنچتے ہی دفتر رجسٹریشن مہمانان جلسہ سالانہ میں جمع کروائیں۔

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تاکیدی حکم ہے کہ ان دنوں قادیان میں سردی کے موسم کے مطابق گرم پارچات اور بستر اپنے ہمراہ لائیں۔ یہاں بستر فراہم کرنا ممکن نہیں۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال بھی جلسہ میں مہمانوں کی آمد زیادہ ہوگی اس لئے مردوں کو الگ اور عورتوں کو الگ ٹھہرنا ہوگا۔ فیملی کوارٹرز کا انتظام ممکن نہیں۔

۴۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے تمام احباب و خواتین سے گذارش ہے کہ وہ دورانِ سفر اسلامی شعار کی پابندی کریں اور جلسہ سالانہ کی رُوحانی برکات سے فیضیاب ہوں۔

۵۔ قبل ازیں بھی لکھا جا چکا ہے کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونیوالے جملہ افراد اپنے کوائف سے اطلاع دیں تا کہ اُن کے قیام و طعام کا حتی المقدور انتظام ہو سکے۔ لیکن اکثر جماعتوں کی طرف سے اس بارہ میں تا حال کوئی اطلاع نہیں ملی۔

جملہ افرادِ جماعت، عہدیداران، مُبلغین و معلمین اِن امور کی پابندی کریں اور کروائیں۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین۔

افسر جلسہ سالانہ قادیان

وفات یافتہ بزرگوں کو تحریکِ جدید میں شامل کریں!

حضورِ انور کا ارشاد ہے کہ اگر آپ اپنے وفات یافتہ بزرگوں کے احسانات کا بدلہ چکانا چاہتے ہیں اور ثوابِ دارین حاصل کرنے کے متمنی ہیں تو اپنے وفات یافتہ بزرگوں کی طرف سے بھی چندہ تحریکِ جدید ادا کرنے کا اہتمام فرما کر اس صدقۂ جاریہ میں ان کو شریک کریں، یہ آپ کی احسان شناسی ہوگی۔

اس میں ہر دفتر کے بزرگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے۔ صرف دفترِ اوّل کی تخصیص پر حصر نہ کیا جائے۔ ہمارے سامنے سیدنا حضرت فضلِ عمرؓ کا نمونہ موجود ہے۔ حضور کے چندے میں سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل کئے جاتے ہیں۔

وکیل المال اوّل تحریکِ جدید

امراء و صدر صاحبان جماعت ہائے احمدیہ بھارت متوجہ ہوں!

تمام جماعت ہائے احمدیہ بھارت کے صدر صاحبان و اُمراء صاحبان جماعتِ احمدیہ سے گزارش ہے کہ اپنی اپنی جماعتوں کے سیکرٹری رشتہ و ناطہ کے نام اور مکمل پتہ جات بلا از جلد نظارت ہذا کو بھجوا دیں۔ نیز جن جماعتوں میں ابھی تک سیکرٹری رشتہ و ناطہ کا قیام نہیں ہوا وہ جلد از جلد انتخاب کروا کے نظارت علیا سے منظوری حاصل کر لیں۔

اُمید ہے کہ صدر صاحبان و اُمراء جماعتِ احمدیہ اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں گے۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

تبلیغی مساعی

چند مہینوں سے اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ بھاگلپور کو بذریعہ اخبارات جماعتِ احمدیہ کے پیغامات شائع کرنے کی توفیق دے رہا ہے۔ بھاگلپور سے شائع ہونے والا ایک مشہور ہندی اخبار "پریا پربھات" (PRIYA PRABHAT) جو ہفت روزہ ہے اور اس کی تعدادِ اشاعت دس ہزار ہے، نے اپنے شمارہ ۱۱ تا ۱۸؍نومبر میں مکرم آفتاب عالم صاحب کا ایک مضمون بعنوان "شانتی کا مارگ" شائع کیا ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کم از کم دس ہزار احباب تک پیغامِ حق پہنچانے کی توفیق دی ہے۔ اور اس کے ایڈیٹر صاحب نے اس طرح کے اور بھی مضامین کی اشاعت کرنے کی خواہش کی ہے۔ اس مضمون کے تیار کرنے میں مکرم سید عبدالمجید صاحب (خانپور ملکی) نے بھی تعاون دیا ہے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زیادہ سے زیادہ پیغامِ حق کی اشاعت کرنے کی توفیق عطا کرے اور لوگوں کے لئے اُسے باعثِ ہدایت بنائے۔ آمین۔

خاکسار: شیخ ہارون رشید۔ مبلغ سلسلہ بھاگلپور

درخواستِ دعا

محترم محمد عبدالستار صاحب سجانی معلّم وقفِ جدید اپنے اہل و عیال کی صحت و سلامتی، مقبول خدماتِ دینیہ بجا لانے، دینی و دنیوی برکات، بیماریوں سے شفایابی اور مشکلات کے ازالہ کے لئے درخواستِ دعا کرتے ہیں۔

(ایڈیٹر)

ارشادِ نبوی

اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ

دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرّحیم جیولرز

پروپرائٹر: سید شوکت علی اینڈ سنز

-:(پتہ):-

خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری۔ نارتھ ناظم آباد۔ کراچی۔ فون: ۶۲۹۴۴۳

طالبانِ دعا:-

الو ٹریڈرز۔ کلکتہ ۱

۱۶ میںگو لین۔ کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

YUBA

QUALITY FOOT WEAR

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ

پیشکش

باقی پولیمرز۔ کلکتہ ۲۶۔۔۔۔

ٹیلیفون نمبرز:- ۵۲۰۶-۵۱۳۰-۴۰۲۸-۴۳

"ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں"

(کشتی نوح)

NIR ®

CALCUTTA-15.

پیش کرتے ہیں:-

آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب ربر شیٹ، ہوائی چپل نیز ربر، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!